

أوراق الخريف

شعر: د. حسن الأمrani، رئيس تحرير مجلة المشكاة/المغرب

● ترجمانی: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ..... نظم: رئیس الشاکری ندوی

ما قَد تَصْرَمُ لِنِ يُوْبِ
اور گزرے پل لگے ہیں، اس جہاں میں کس کے ہاتھ!
الْمَعْمَرِ، تَوَشِكُ أَنْ تَغْيِيَا
یہ بھی ہو سکتا ہے ساحل ہی پہ کشتی ڈوب جائے
يَكْأَذْفُرْغَكِ أَنْ يَذُوبَا
کیا عجب ہے، زندگی کی شاخ گردن ڈال دے
رَبِّ يَحْبُكُ أَنْ تَتَوْبَا
بابِ تَوْبَةٍ وَآهٍ، تَوْبَةٍ كَبْرُوكِ؟ سُوْجِنَا!
عَلَيْكَ؟ كَمْ سَتَرْنَا لِعُيُوبَا
رکھ لیا پردہ تمھارا، یہ کرم بھی دیکھنا!
وَقَد تَجَرَّعْتَ الْكُحْرُوبَا
جو معصیت آئی ہے تم پر، اسی نے دور کی
بَعْدَهُ لَطْفٌ فَعَايَا
کچھ عجب احسان فرمائے بعنوانِ کرم
كَمْ رَكِبْتَ بِهِ الذُّبُوبَا
اور چادر معصیت کی تم نے آخر اوڑھ لی
يَحِلَّتْهُ عَسَلًا وَطِيْبَا
زہر بھی تم پی گئے ہو خوبصورت نام سے
سَابِغَاتِ مَسْتَطِيْبَا
عمر بھر اچھے لگے جھوٹی اداؤں کے لباس
وَكَسَاكَ مِنْ كَرَمِ قَشِيْبَا
خوش لباسی سے تمھیں آراستہ بھی کر دیا
كَالضَّلِيلِ مَرْتَجِفًا كَيْبَا
چل رہے تھے، جیسے راہی راہ سے بھٹکے ہوئے
وَسَقَاكَ مِنْ عَفْوٍ وَذُنُوبَا
پھر معافی کے پلائے ہیں، گلاسوں پر گلاس
حَرَّالْهَوَا جَرَّ لِنِ تَخِيْبَا
منہ تمھارا دیکھتی ہی رہ گئیں ناکامیاں
فَإِنْ لِي قَلْبًا مُنِيْبَا
ہاں مگر طاعت گزاری کا سلیقہ ساتھ ہو
فِي الْقَلْبِ جَمْرُتُهُ نَدُوبَا
چلتے زخموں کو سکونِ جاں کا مرہم چاہیے
إِنِّي دَعَوْتُكَ فَاسْتَجِيْبَا
یہ دعا مقبول فرما اے خدائے بحر و بر!

الْعَمْرُ رُبِّيْتَهُ السُّبُورِ
عمر سرگرم سفر ہے، برق رفتاری کے ساتھ
وَالشَّمْسُ، شَمْسُكَ بِطَوِيلِ
عمر لمبی ہے، مگر سورج نہ جلدی ڈوب جائے
وَتَقْوَى أَوْرَاقِ الْخَرِيفِ
زرد پتوں کا یہ کہنا دل میں ابھن ڈال دے
فَلَا تَمْرُضْ عَن حَمِي
اُس کی چوٹ سے الگ کب تک رہو گے؟ سوچنا!
أَنْسِيْتِ كَمْ حَمَاذِ الْإِلَهِي
اپنے رب کی نعمتوں کو تم بھلا بیٹھے ہو کیا!
أَنْسِيْتِ كَمْ كَشَفْتَ الْكُرُوبِ
بھول بیٹھے ہو، معصیت آشنا تھی زندگی
أَنْسِيْتِ كَمْ لَطَفَ الْطَيْفِ
تم جو بندے ہو تو وہ بھی صاحبِ لطف و نعم
كَمْ خَضَّضْتَ بِحَرِّ الْوِزْرِ جَهْلًا
اُف گناہوں کا سمندر، جہل کی کارگیری
وَلَكَمْ شَرِبْتَ الْإِنَّمِ كَأَسَا
جی بہت بہلایا تم نے معصیت کے جام سے
وَلَكَمْ تَسَرَّبَتِ السَّخَطَايَا
زیپ تن تم نے کیے کتنی خطاؤں کے لباس
سَوَاكُ رُبُّكَ عَارِيَا
بے لباسی یاد ہوگی اُس نے جب پیدا کیا
وَسَلَّكَ لِيْلَ الْبِيْدِ
دشت کی تاریک راتوں میں لرزتے پاؤں سے
فَجَبَّحْنَاكَ نُوْبَ هَدَايَا
آخرش بخشا تمھیں رُشد و ہدایت کا لباس
فَأَرْزَلْنَا ظِلَّ، عِلِّي
زندگی کی دھوپ میں شفقت بھری مہتابیاں
وَاهْتَفَى: أَجْرُنِي يَا إِلَهِي!
اُو اُس کی بے کراں رحمت کو پھر آواز دو
ضَمَّ ذُجْرًا أَحَدَثَتْ
مضطرب ہیں روز و شب تو لطفِ پیہم چاہئے
هِيَ أَمْتِي... هِيَ أَمْتِي...
میری امت پر مرے مالک عنایت کی نظر

اہل دین کی ناقدری سے خیر و برکت ختم ہو جاتی ہے!

..... شمس الحق ندوی

اہل دین کا مذاق اڑانا ایک فیشن سارہا ہے، ادباء و شعراء نے خاص طور سے پینے پلانے والوں نے واعظ و شیخ کے نام سے دینداروں پر بڑا طنز کیا ہے اور اس سے اپنی شاعری کی داد تالیوں کی گونج سے حاصل کی ہے، اس وقت صرف دو شعروں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

واعظ شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر
یا وہ جگہ بتا کہ جہاں پر خدا نہ ہو

عمامہ کو اتار کے پڑھیو نماز شیخ
سجدہ سے ورنہ سر کو اٹھایا نہ جائے گا

یہ بات تو شاعروں کی بات ہے، ایک عام مزاج ہے خصوصاً مالداروں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں کہ اہل دین کو کمزور ناقابل التفات سمجھا جاتا ہے اور یہ بات ایسی بات ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضبناکی کا سبب بنتی ہے جس کے نتیجہ میں طرح طرح کی مصیبتیں اور پریشانیاں پیش آتی ہیں مگر لوگ اس پر غور نہیں کرتے، اپنی جدیدیت اور مال و دولت کے نشہ میں ملک الموت کو بھولے رہتے ہیں، اس وقت عبرت کے لیے صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں جس کی مثالیں برابر گذرتی رہتی ہیں لیکن دیناوی لذتیں اور شیطانی امیدیں ادھر توجہ نہیں کرنے دیتیں۔

ایک رئیس نے بہت سے امراء اور صاحب ثروت لوگوں کی دعوت کی، اور ایسے لوگوں کی دعوت میں طرح طرح کے کھانوں کے علاوہ گانے بجانے اور ناچ و ڈانس کا بھی بڑا انتظام ہوتا ہے، ان رئیس صاحب کی جب مجلس جمی تو باہر انھوں نے پہرہ بٹھال دیا کہ دیکھو بھائی کوئی اندر نہ آنے پائے کہ اس پر لطف مجلس کا لطف جاتا رہے۔

مجلس جمنے کے کچھ ہی دیر بعد ایک شخص نے اندر داخل ہونا چاہا، جب روکا گیا تو اصرار کیا، اتنا اصرار کہ رئیس صاحب کو باہر آنا پڑا، انھوں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ ان صاحب نے کہا: میں ملک الموت ہوں، اب تو حضرت کے ہوش اڑ گئے، انھوں نے بہت التجا کی کہ کم از کم مجلس ختم ہونے تک کی مہلت دے دیجیے، ملک الموت نے کہا: وقت پورا ہو چکا، اب تو چلنا ہی پڑے گا، اور روح قبض کر لی۔

اب آپ خود غور کریں کہ اس کے بعد مجلس کا کیا حال ہوا ہوگا اور اہل خانہ واعزہ پر کیا گزری ہوگی، واقعہ پر آپ حیرت نہ کریں، آپ کتنی خبریں پڑھتے رہتے ہیں کہ شادی کی خوشی میں گولی چلی، کسی خاص عزیز کو گولی لگی اور وہ ختم ہو گیا، اس کے بعد شادی کی خوشی کا کیا حال ہوگا، آپ خود سے سوچ لیں، ایسی بھی چیزیں آتی ہیں کہ شادی ہوئی، بارات واپس ہوئی تو راستہ میں دولہا دلہن کی گاڑی حادثہ کا شکار ہو گئی اور دونوں ختم ہو گئے، اس کے بعد کیا گزری ہوگی، آپ خود فیصلہ کر لیں، ذیل کے شعر میں اس حقیقت کی پوری تصویر آگئی ہے۔

خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بھتی ہے شہنائی وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

لیکن بے دینی کی غفلت آنکھ نہیں کھلنے دیتی، دین کی طرف سے تھوڑی بھی بے التفاتی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، آخری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب

رسول حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جن پر وہ درود بھیجتا ہے، اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان پر درود بھیجنے کا حکم دیتا ہے، ایک طالب دین کی طرف سے ذرا سی ناگواری کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا اور محبت بھرے انداز میں تنبیہ فرماتا ہے:

ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن مکتوم خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سردارانِ قریش سے گفتگو میں مصروف ہیں کہ ان کا ایمان لانا دوسروں کی ترغیب کا سبب بنے گا، اس موقع پر ان صاحب ایمان مخلص نابینا کی مداخلت سے آپ کو کچھ ناگواری ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ فرماتا ہے کہ ان متکبرین کی خاطر ہمارے ایک مخلص بندے کی آمد اور سوال سے آپ کو ناگواری ہوتی ہے، یہ آپ کے منصب عالی کے شایان شان نہیں: ”عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمَىٰ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهٗ يَزْكٰى ، اَوْ يَدَّكَّرُ فَنَنْفَعُهُ الذُّكْرٰى ، اَمَّا مَنْ اَسْتَعٰنٰى ، فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدَّقٰى“۔ (محمد) ترش رو ہوئے اور منہ پھر بیٹھے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا اور تم کو کیا خبر؟ شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا یا سوچتا تو سمجھانا اس کو فائدہ دیتا، جو پروا نہیں کرتا تم اس کی طرف توجہ کرتے ہو، حالانکہ اگر وہ نہ سنوے تو تم پر کچھ الزام نہیں)۔

یہ برابر ہوتا آیا ہے کہ صاحب دین اور داعی دین کا مذاق اڑایا گیا ہے جواب میں کہا گیا ہے: ”اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ“ قریب قریب ہر کسی کے ساتھ یہ پیش آیا ہے، یہاں تو ہمارا روئے سخن ان مسلمانوں کی طرف ہے جو مسلمان ہوتے ہوئے دین اور اہل دین کا مذاق اڑاتے ہیں، ایسے عمل کو ایمان کے بعد کفر سے تعبیر کیا گیا ہے، قرآن پاک میں ہے: ”قُلْ اَبَا لِلّٰهِ وَاٰتٰہِ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ، لَا تَعْتٰذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ“ [سورہ توبہ: ۶۵، ۶۶] (کیا تم اللہ، اس کے احکامات اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے ہو، معذرت پیش نہ کرو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے)۔

ایمان اور عمل صالح زندگی کو قیمتی بناتا ہے، اگر یہ نہیں تو زندگی برف کی وہ سِل ہے جو گل کر پانی ہو جاتی ہے، اس لیے برف بیچنے والا برف بیچنے میں جلدی کرتا ہے کہ اس کی قیمت ضائع نہ ہو جائے، کروڑوں نہیں اربوں انسانوں کی زندگی پانی کی طرح بہہ کر چلی گئی، اس سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا، موج کی زندگی گذار کر چلے گئے، کتنے بڑے بادشاہ، بڑے بڑے قانون ساز، ذہین ترین انسان، چوٹی کے ادیب، شاعر اور بڑے بڑے سائنس داں اور ایک سے ایک چیزیں ایجاد کرنے اور بنانے والے اپنی دنیا میں مگن اور دھوکے میں پڑے رہے اور زندگی کا اصل مقصد جو ہر گنوا کر چلے گئے، اور وہاں حسرت کے سوا کچھ نہ ملا، اور بڑے ہی کرب و بے چینی کے ساتھ زبان سے نکلا: ”وَاحْسَرَ تَاعَلٰی مَا فَرَطْتُ فِیْ جَنَبِ اللّٰهِ“ (ہائے افسوس ہم نے اللہ کا حکم (بجالانے) ماننے میں بڑی کوتاہی کی)۔ غفلت کے مارے ایسے لوگ بڑے دھوکے میں رہتے ہیں اور اہل دین کا مذاق اڑاتے ہیں تو اللہ کی رحمتیں کیسے نازل ہوں گی، معاشرہ میں سکون و چین کے بجائے رنج و غم، الجھنوں اور پریشانیوں کے بادل کیوں نہ چھائے رہیں گے، لوگوں کو چین و سکون کیسے حاصل ہوگا، جب اللہ تعالیٰ کے دین اور اہل دین سے بغاوت ہوگی تو اس کے اثرات بھی ایسے ہی مرتب ہوں گے جو کھلی آنکھوں نظر آ رہے ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے بہت سے جدید تعلیم یافتہ حضرات دین کی بنیادی باتوں تک سے واقف نہیں ہوتے اور اہل دین کو کمزور سمجھتے ہیں، ایک مسلمان کو ذہن میں یہ بات ضرور رکھنی چاہیے کہ مرنے کے بعد اپنے رب کے سامنے جانا ہے اور جواب دہ ہونا ہے تو ہم وہاں کیا جواب دیں گے، صرف روزی کی فکر، اچھے معاش کی فکر، یہ بڑا دھوکہ ہے، جس کا انجام بھی اللہ تعالیٰ دنیا میں دکھادیتے ہیں، جس کا کچھ اوپر ذکر ہوا، دین پر اپنی کوتاہی کے سبب عمل نہ ہو سکے، فکر کی بات ہے لیکن دین اور اہل دین کا مذاق اڑانا تو بہت ہی فکر کی بات ہے کہ اس سے تو کبھی کبھی ایمان ہی چھن جاتا ہے، مسلمان کا حال یہ ہونا چاہیے ۔

پاس اگر تو نہیں ، شہر ہے ویراں تمام
تو ہے تو آباد ہیں اجڑے ہوئے کاخ و کو

☆☆☆☆☆

دبارکھا ہے مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ راکشش الف لیلہ کے افسانوی دیو کی طرح کسی بھی وقت بوتل سے باہر آسکتا ہے۔

اس ملک میں جنوب و شمال میں بڑی بیگانگی اور بے اعتمادی ہے جو کسی وقت رنگ لاسکتی ہے پھر برادریوں اور ملک کے مختلف طبقوں کے درمیان بڑی بڑی دیوار کھڑی ہیں ہر طبقہ اور برادری ایک مستقل دنیا ہے ایک برادری دوسری برادری کے لئے وہ ہر طرح کی ناانصافی اور حق تلفی کو روا رکھتی اور اس میں کسی اہلیت اور نااہلیت اور مستحق اور غیر مستحق کا لحاظ نہیں رکھتی، ہماری سوسائٹی کا یہ وہ روگ ہے جو اسے گھن کی طرح کھا رہا ہے اور جس نے تمام انتظامیہ کو کھوکھلا اور کمزور بنا دیا ہے۔

تنگ نظری اور لسانی ونسلی اختلافات کو دور کرنے اور فراخ دلی و بے تعصبی اور انسانی وحدت کا خیال و جذبہ پیدا کرنے میں بھی اسلام ہی بیش قیمت مدد اور صحیح رہنمائی کر سکتا ہے جب الوطنی کے صحیح جذبے کے تحت یہ دیکھے بغیر کہ یہ اصول نظریہ اور یہ بات کہاں سے آئی ہے اور اس کا کہنے والا کون ہے؟ صحیح اور مفید بات کو اپنائے اگر کسی مکان میں آگ لگ جائے تو اسے بجھاتے وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ بالٹی کس کی ہے اور پانی کہاں کا ہے، کس مکان یا ہستی کی تباہی سے کہیں زیادہ ملک و قوم کی تباہی ہے، ملک کو خطرات سے بچانے، اسے سالمیت اور استحکام بخشنے کے لئے یہ نہ دیکھئے کہ ملک کے لئے مفید نظریات قرآن مجید یا حدیث نبوی سے ماخوذ ہیں، اسلام بلاشبہ ملک کو درپیش اس دوسرے خطرے کو رفع کرنے کے لئے بہترین رہنمائی کر سکتا ہے۔

موجودہ حالات میں ہماری ذمہ داریاں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

سامنے اس کو جھکنے کی ضرورت ہو۔ انسان کے قدر و قیمت کی انتہا یہ ہے کہ خدا کی مخلوق کو خدا کا کنبہ کہا گیا ہے:

”الخلق عيال اللہ“

پھر خدا نے انسان کی جان کی قیمت اتنی بڑھادی کہ وہ فرماتا ہے:

”إِنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا“ (جو شخص

کسی کو ناحق قتل کرے گا یعنی بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔

انسانی زندگی کی حرمت و عظمت کے مسئلہ میں ایک اور سو، قلت و کثرت، فرد اور جماعت میں کوئی فرق نہیں ایک ایک فرد قیمتی اور ایک ایک جان انسانیت کی عزت متاع ہے، ایک فرد کو پوری سوسائٹی قائم بنانا کسی انسانی ذہن میں نہیں آسکتا۔

ملک کے لئے بڑا خطرہ جو اس کے سر پر منڈلا رہا ہے تنگ نظری اور تہذیبی لسانی اور علاقائی عصبیت ہے اسی بیماری نے ہمارے ملک کو ماضی میں ٹکڑے ٹکڑے کیا اور باہر کی طاقتوں کو یہاں آنے کی شہہ دی یہ عفریت اب بھی موجود ہے جسے بعض بیرونی اور اندرونی حالات نے

آج ہندوستان میں لاکھوں کی تعداد میں ایسے مضمون نگاروں، شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں کی ضرورت ہے جو سارے مسائل بالائے طاق رکھ کر گھر گھر، محلے محلے، گلی کوچے اس کی تبلیغ کریں کہ دستور ہند کی پہلی دفعہ چاہے جو کچھ ہو مگر ہمارے دستور زندگی کی سب سے اہم اور پہلی دفعہ یہ ہے کہ انسان کو زندہ رہنے کا حق ہے ہم اپنی سوسائٹی کے خوش نما چہرے پر بدناما داغ دیکھ رہے ہیں اور ہم خاموش ہیں۔

اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ انسان قدرت کا شاہکار ہے اور اس دنیا کے باغ کا سب سے حسین پھول: ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ“ (ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے سر پر تعظیم و تکریم کا تاج رکھا ہے: ”وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ“ (اور ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت بخشی)۔

اور اس کو اپنی خلافت سے سرفراز کیا ہے جس سے بڑھ کر کوئی اعزاز اور اعتماد کے اظہار کا طریقہ نہیں۔ ”إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً“ (بیشک میں زمین میں (آدم کو) اپنا نائب بنانے والا ہوں)۔

خدا نے فرشتوں کو آدم سے سجدے کا حکم دیا جس سے اس کا اظہار ہو کہ اب اس کے لئے خدا کے سوا کوئی ایسی ہستی اور طاقت نہیں ہے جس کے

پر رشوت دینی پڑتی ہے خود شہری زندگی کی آسائشوں اور حکومت کے انتظامات کے فائدوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں ہر شخص کی نظر دوسرے کی جیب پر ہے اور وہ اس کی ضرورت و مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور کہیں انسانی ہمدردی اور سچی حب الوطنی کا نام نہیں۔

اس خطرے کا علاج صرف خدا کا خوف، آخرت کی باز پرس کا خطرہ ایسی دانا و مینا ذات کا تصور ہے جس کے متعلق یقین ہے کہ وہ دیکھ رہی ہے، حب الوطنی بھی کسی حد تک اس کا علاج کر سکتی ہے۔ آپ میں سے بہت سے لوگوں نے یورپ کا سفر کیا ہوگا، مغرب کے لوگ ان ریکہ باتوں سے بچتے ہیں، یورپ کے خاص اور مشہور ممالک میں استحصال اور ملکی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر دولت اندوزی کا رجحان نہیں پایا جاتا اور جذبہ حب الوطنی کی وجہ سے ہوتا ہے، مگر اس حرص کا صحیح علاج آخرت کا تصور، خدا کا خوف اور اس کی باز پرس کا خطرہ ہے۔

☆☆☆☆☆

سیاسی پارٹی کی طرف ہے۔ سیاسی پارٹیوں کا اختلاف اپنی جگہ سوسائٹی میں اخلاقی خرابیاں ہر دور میں رہی ہیں مگر دولت پرستی کا اس طرح اعصاب پر سوار ہو جانا کہ اپنے مفاد کے لئے ملک کے مفادات کی ذرا بھی پرواہ نہ ہو یہ کس قدر تشویشناک بات ہے۔

ہمارے یہاں مختلف تعمیری منصوبوں پل باندھ وغیرہ میں اتنی مقدار کا سینٹ اور مسالہ استعمال نہیں ہوتا جو اس کی پختگی کے لئے ضروری ہو۔ ٹھیکیدار اور عملے کی ملی بھگت اس کی پرواہ نہیں کرتی کہ ان کے اس عمل سے اس شہر کو نقصان پہنچے گا کوئی محکمہ ایسا نہیں جس میں رشوت کا بازار گرم نہ ہو۔ اس بات کو ذمہ دار بھی جانتے ہیں کہ دولت پرستی کا ایسا جنون جو ملک کے مفادات سے آنکھیں بند کر لے ملک کے عوام کو صریحا نقصان پہنچاتا ہے چھوٹے سے چھوٹا کام ایمانداری اور سادگی کے ساتھ کرنا مشکل ہو گیا ہے ہر ایک کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور ہر قدم

نسل انسانی کی وحدت کا اصول اسلامی تعلیمات کا اولین اصول ہے، اسلام نے بار بار اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ نسل انسانی کا خالق بھی ایک ہے اور ان کا مورث اعلیٰ بھی ایک ہے اسی لیے سب ایک ہی کنبے کے افراد اور ایک ہی ہستی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اور ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں۔

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا“ (لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم میں قوم اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت میں آسانی ہو)۔

ہمارے ملک پر دولت پیدا کرنے کا ایک ایسا بھوت سوار ہو گیا ہے جس نے ملک کے حالات اور اقتصادی نظام کو درہم برہم کر دیا ہے۔ ہر شخص اس فکر میں ہے کہ وہ راتوں رات دولت مند بن جائے دولت حاصل کرنا برا نہیں مگر جلد از جلد دولت مند بن جانے اور ہتھیلی پر سروسوں جمانے کا شوق سخت خطرناک اور تباہ کن ہے۔ یہ شوق ایک لاوے کی طرح بہہ پڑا ہے اور ایک آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ پڑا ہے اس مرض کا شکار شہر، قصبے اور دیہات سب ہیں، دولت پرستی کا یہ جنون دیکھ کر بعض مرتبہ کچھ محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس ملک میں ہر چیز دم توڑ چکی ہے صرف دو چیزیں زندہ ہیں ایک باہمی نفرت اور دوسرے زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنے کی ہوس، جیتی جاگتی ہتھیلیوں کی ہوس اور باقی سب کچھ فلسفہ اور شاعری ہے باہمی منافرت کے واقعات آئے دن ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے رہتے ہیں، کبھی کسی کلچر، زبان یا علاقے کی طرف تو کبھی کسی

اصحاب علم و فکر کے لیے ایک ایمانی تحفہ

حقوق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بقلم: - بلال عبدالحی حسنی ندوی

صفحات: 136 قیمت: 100

رابطہ

رابطہ: سید احمد شہید اکیڈمی رائے بریلی

موبائل نمبر: 9919331295

اصحابِ رسول اور ان کا مقام و مرتبہ

..... حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ہوتا یا کمزور پوزیشن کا، اس میں ایسا ہی پختہ ایمان پیدا ہو جاتا۔

اور پھر آپ کی رہنمائی اور تعلیم و تلقین سے زندگی کے اعلیٰ حقائق سے واقفیت اس درجہ پیدا ہو جاتی کہ ان کو دین کی نصرت اور اپنے رب کے لیے فدایت میں اعلیٰ مقصد کے لیے جاں نثار کر دینے میں ادنیٰ تکلف نہ ہوتا، اور اپنے معلم اور قائد نبی مکرم کے حکم پر بے تکلف اپنی جان نثار کر دینے کے لیے تیار ہو جاتے، اپنی مرضی اور خواہش میں خواہ کتنا سخت رہے ہوں آپ کی مرضی کے سامنے اس کو بالکل نظر انداز کر دیتے اور آپ کی مرضی کے مطابق عمل کرتے۔

چنانچہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اس نے اسی بات کا ثبوت دیا، اس کی ایک بڑی مثال صلح حدیبیہ میں صحابہ کرام کا قریش کی ظالمانہ شرائط کا قبول کر لینا اور آپ کی مرضی کے سامنے جھک جانا ہے اور غزوہ خندق میں ۳ ہفتوں سے زیادہ فقرہ فاقہ اور سخت سردی کی حالت میں اپنی جان ہتھیلی پر لیے جبرہ رہنا ہے اور غزوہ احد میں جب دشمن شکست کھا کر بھاگنے لگے اور یہ دیکھ کر پہاڑی پر مقرر حفاظتی دستہ کے افراد میں سے اکثر نیچے اتر آئے اور دشمن نے موقع مناسب سمجھ کر پلٹ کر حملہ کر دیا اور مسلمان فوج منتشر ہونے لگی اور تھوڑے وقت کے لیے افراتفری کی صورت بن گئی تو آپ کے گرد حضرت ابو بکر و حضرت عمر جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جم کر مقابلہ کرنے لگے اور آپ کو دشمن سے بچانے کے لیے دسیوں جاں نثار صحابہ آپ کے سامنے آگئے اور دشمنوں کے وار اپنے سینوں پر لیے اور سارے زخم برداشت کیے، تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سلسلہ میں محنت کامیاب اور وسیع اثر رکھنے والی نہ ہوتی تو آپ خاتم الرسل اور اسوہ حسنہ کیسے قرار دیے جاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید و ایمان کی دعوت اس طریقہ سے دی کہ جس نے بھی توجہ سے سنا بات اس کے دل میں اتر گئی اور اس پر اس کا ایمان مستحکم ہو گیا، آپ کا اخلاقی، انسانی ہمداری اور محبت بھرا انداز بھی ایسا تھا کہ جس نے بھی قریب سے دیکھا اور سنا وہ صرف متاثر ہی نہیں ہوا، بلکہ دل و جان سے آپ کا کہنا ماننے والا بن گیا اور آپ پر فدا ہونے کے لئے تیار ہو گیا اور یہ حالت صرف دو چار آدمیوں کی نہیں ہوئی، بلکہ جس نے بھی آپ کو دیکھا سنا اور سمجھا اس کی یہی کیفیت ہو گئی، اس طرح آپ کی دعوتی زندگی کی ۲۳ رسالہ مدت میں ایمان والوں کی ایسی جماعت تیار ہو گئی جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، یہی جماعت آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی پوری نیابت کرنے والی بن گئی، اس پر اس کام کو چلاتے رہنے کی ذمہ داری ڈالی گئی اور اس ذمہ داری کو اس نے پوری دیانت و امانت اور مکمل توجہ سے انجام دیا، اس کے سامنے اللہ کی خوشنودی اور حضور کی محبت اور آخرت کا مسئلہ تھا جس کو ان لوگوں نے دل و جان سے قبول کیا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو بھی ایمان لاتا خواہ امیر ہوتا یا غریب، معزز خاندان کا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت انسانی تاریخ میں اپنی ایمانی کمیت اور کیفیت دونوں کے اعتبار سے منفرد جماعت گزری ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کے آخری اور مثالی شخصیت رکھنے والے نبی نے اس طرح تربیت دی کہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں ایمان رچ بس گیا تھا اور یاد الہی کی وہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ فرشتوں جیسے اعمال ظاہر ہوتے تھے، لیکن انسان کو اس کے پروردگار کی طرف سے دنیا اور دین کے درمیان جامعیت اور دنیاوی امور میں اپنی پسند کو تابع بنانے اور تابع نہ بنانے کی جو صلاحیت دی گئی ہے وہ صلاحیت فرشتوں کو نہیں دی گئی ہے، اسی طرح انسانوں کو امتحان سے گزارا گیا اور تاریخ انسانی کے مختلف ادوار میں انسانوں کو اس امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کی طرف برابر توجہ دلائی گئی اور اس کامیابی میں بڑے انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا گیا، توجہ دہانی کا یہ کام انبیاء علیہم السلام برابر کرتے رہے، آخری نبی حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ایسی تلقین کی اور ان کی ایسی تربیت کی کہ اس امتحان میں انہوں نے کامیابی کی مثال قائم کر دی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم و ارادہ سے ہوا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم الرسل اور تمام اہل ایمان کے لیے اسوہ حسنہ بنائے جانے کا نتیجہ اور علامت بنا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس

محفوظ رہیں اور آپ پر قربان ہو گئے، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ سامنے کر دیا اور تیروں کو روکنا شروع کیا، یہاں تک ان کی سب انگلیاں زخموں سے لہولہان ہو گئیں اور ہاتھ مفلوج ہو گیا، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے خود کی ایک کڑی کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالا تو اسی کے ساتھ ان کا ایک دانت بھی گر پڑا، دوسری کڑی نکالی تو دوسرا دانت بھی اس کے ساتھ باہر آ گیا، حضرت ابودجانہ ڈھال بن کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے تیراں پر گرتے رہے، لیکن وہ اسی طرح آپ پر جھکے رہے یہاں تک ان کی پیٹھ تیروں سے چھلنی ہو گئی۔ [سیرت ابن ہشام: ج ۲/ص ۲۱۷]

غزوہ احد کے بعد مسلمان مدینہ پہنچے تو راستہ میں بنی دینار کی ایک خاتون کے مکان پر ان کا گزر ہوا، جس کے باپ، بھائی اور شوہر سب اس معرکہ میں کام آگئے تھے، باری باری تین حادثوں کی صدا ان کے کانوں میں پڑی تھی، لیکن وہ ہر بار صرف یہ پوچھتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا: بخیر ہیں، انہوں نے پاس آ کر چہرہ مبارک دیکھا اور بے اختیار پکار اٹھیں: ”کل مصیبة بعدک جلال“ (آپ کے ہوتے سب مصیبتیں ہیج ہیں)۔ [سیرت ابن ہشام: ج ۲/ص ۹۹]

جب کفار قریش زید بن الدھنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لائے تو ابوسفیان نے ان سے کہا: زید میں تم سے قسم دلا کر پوچھتا ہوں کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تم آرام سے اپنے گھر والوں میں ہو اور تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں؟ زید نے جواب دیا کہ: مجھے تو یہ بھی گوارا

نہیں کہ میں اپنے گھر میں آرام سے ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے! ابوسفیان نے اس پر کہا میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محبت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی کرتے ہیں۔ [سیرت ابن ہشام: ج ۲/ص ۱۷۴]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر قرآن مجید میں بہت اعلیٰ اسلوب میں کیا گیا ہے: ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا“ [سورہ فتح: ۲۹]

۔ (محمد، اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحمدل ہیں، تو انہیں دیکھا گیا کہ رکوع اور سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا اکھوا نکالا، پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا، پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو کرب و تنجینی پہنچے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ تعالیٰ نے بخشش کا اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے)۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اور صحبت سے صحابہ کرام کی جو جماعت بنی وہ ایمان اور محبت رسول اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کی پیروی میں ناقابل تسخیر پہاڑ کی طرح تھی اور بتدریج اتنی بڑی تعداد میں یہ جماعت تیار ہوئی کہ تاریخ انسانی میں صالح ترین اور پختہ ایمان اور دین میں پختگی رکھنے والی اتنی بڑی جماعت ہونے کی مثال نہیں ملتی اور یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا، جس نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں، اور آپ کی صحبت اور رہنمائی حاصل کرنے والوں کی جماعت کو ایسے صفات اور کردار کا بنا دیا کہ وہ نبوت کی پوری نیابت کرتے ہوئے اس دین کو اور اعلیٰ انسانی صفات کو آگے بڑھائیں، اس کے افراد میں سے ہر ایک اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں تصدیق بھی کی، فرمایا: ”أصحابی كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم“ یعنی میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے جس کی اتباع کرو گے ہدایت پر رہو گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو جتنا زیادہ قریب رہا اس کو اتنی زیادہ اولیت حاصل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رہے، کہ جن سے آپ کی رفاقت اور دوستی نبوت سے پہلے سے تھی، وہ تقریباً آپ کے ہم عمر تھے، صرف دو ڈھائی سال چھوٹے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اس دین اسلام کو قائم رکھنے اور آگے بڑھانے کی ذمہ داری سب سے

پہلے آپ کو ملی اور آپ خلیفہ اول ہوئے، پھر اسی ترتیب سے آپ کے بعد تین دیگر خلفاء ہوئے جو آپ کے سچے جانشین ہوئے اور خلفائے راشدین کہلائے، ان سب کے ذریعہ خلافت راشدہ یعنی اعلیٰ معیار کی خلافت کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ۳۰ سال تک جاری رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کے ذریعہ جو اخلاق و صفات اور زندگی کی مختلف ذمہ داریوں میں جو طریقہ عمل اختیار کیا تھا اور اپنے صحابہ کو اس کی تربیت دی تھی اس کے مطابق اسلامی دستور حیات کو صحابہ کرام کے ذریعہ بے کم و کاست جاری کیا جاتا رہا جس کے ذریعہ آئندہ کے لئے اعلیٰ نظیر بن گئی اور دین صحیح کا راستہ روز روشن کی طرح مقرر ہو گیا اور بعد میں آنے والوں کے لیے نمونہ بن گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۲۳ رسالہ تربیت و ہدایات کے بعد آپ کے معتمد ترین اصحاب کے پاس ۳۰ سال تک اس ذمہ داری کے رہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اختیار کردہ طریقہ عمل کے عین مطابق کام انجام پائے اور آئندہ کے لیے نمونہ بنا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معتمد ترین خلفاء کے نظام و انصرام کی یہ ۳۰ سال کی مدت ایسی مدت تھی کہ اس کے اختتام پر نظم و انتظام سنبھالنے کا کام نئی نسل تک بتدریج منتقل ہوا جس کو براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرپرستی نہیں ملی تھی، لیکن عین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے اختیار کردہ طریقہ کی طرح تھی، اور یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی انتظام تھا وہ یہ کہ آپ کی نبوت کے آخری دس

سال وحی الہی کی روشنی میں اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرپرستی میں، پھر تیس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ حضرات کے تحت نمونہ کا نظام اسلامی چلے، اس طرح چالیس سال میں دین اسلام کا نمونہ کا نظام اسلامی سامنے آجائے اور قیامت تک وہ معیاری نمونہ کے طور پر سامنے رہے کیونکہ دین مکمل کر دیا گیا اور اسی مکمل دین کو جاری رکھنا ہے اور قیامت تک انسانوں کی صلاح و فلاح کے لئے وہ بالکل کافی ہے، اس لیے کہ وہ اللہ رب العالمین کی طرف سے قیامت تک کے لیے دیا ہوا دین ہے، جو انسانوں کے مزاج اور ضرورتوں کو شروع سے آخر تک جاننے والا بلکہ بتانے والا ہے، اسی لحاظ سے اس کو مکمل فرما دیا گیا اور اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت کا وعدہ بھی فرما دیا گیا: ”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ [سورہ حجر: ۹] (بیشک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا“ [سورہ مائدہ: ۳] (آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر مکمل کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جن حضرات کو یہ سلسلہ چلانا تھا وہ آپ کے اصحاب کی یہی جماعت تھی جس کو صحابہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ملا، اسی جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تیس سال تک مثالی نمونہ کے طور پر آسمانی شریعت انسانوں میں

نافذ کیا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل کو اچھی طرح سمجھا تھا، اور وہ اس کیلئے اپنی مرضی اور خواہشات کو مٹا چکے تھے اور اپنے نبی کا آئینہ بن چکے تھے، وہ کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتے اور نہ کر سکتے تھے جو اللہ کے رسول کی مرضی کے خلاف ہو، یہ جماعت جماعت صحابہ کہلائی جن کی تعداد ہزاروں سے زیادہ ہوئی۔

رب العالمین کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ مسلمانوں کو عطا کردہ جو شریعت ہے اور زندگی کی صلاح اور فلاح کے لیے جو احکام ہیں وہ ہم کو صحابہ کرام کے توسط سے ہی ملے ہیں، صحابہ کرام کا ایمان و تقویٰ اتنا عظیم اور محکم تھا کہ اللہ رب العالمین کی طرف سے اپنے دین کو بے کم و کاست پہنچانے اور کمال دیانت داری کے ساتھ آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کے لیے حضرات صحابہ کو ذریعہ بنایا گیا، اس طرح شریعت اسلامی اور دین متین جو ہم کو پہنچا اس کی صحت و حقانیت کو اعتبار و اعتماد صحابہ کی امانت و دیانت ہی سے حاصل ہوا، اور یہ اعتماد رب العالمین کی طرف سے صحابہ کرام کو اس دین متین کے احکام و تفصیلات کو بیان کرنے کے لیے اختیار کرنے سے بنا، اور خاتم الرسل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس جماعت کو جو محبت و عقیدت اور وابستگی تھی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے کے ساتھ ان حضرات سے بھی محبت کرنے کو ضروری بنا دیا، اس طرح صحابہ کرام بھی ہمارے مطاع اور مقتدا بنے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

☆☆☆☆☆

مسلم خواتین: مسائل اور حل

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی

عورت کے درمیان مساوات کی پکار کو نازل کیا، البتہ جن خاندانوں نے مغرب سے متاثر ہو کر ذاتی آزادی اور عمومی ثقافت کے نام سے فرنگی بے اعتدالیوں کو جگہ دی وہ اس کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں، اگرچہ اس کے لئے انہیں کافی جتن کرنے پڑتے ہیں، شریکین افراد اور مادہ پرست سیاست دانوں کی طرف سے ظلم و محرومی سے دوچار، گھر کے گھروندوں میں بند مسلم خواتین پر شفقت و مہربانی اور خیر و خواہی کے جذبہ کا مظاہرہ اور ان کی حریت کا نعرہ خیر و صلاح کو عام کرنے کی غرض سے نہیں، بلکہ اس عنوان سے ہیں کہ اسلام مسلم خواتین پر ظلم و زیادتی کو روا رکھتا ہے، اور ان کو تاریخ کے اس تاریک دور میں لاکھڑا کرتا ہے جہاں جانوروں کی طرح عورتوں کو بیچا اور خریدا جاتا تھا، اور نہایت گھٹیا کاموں میں ان کو استعمال کیا جاتا تھا، اور ان کو معاشرہ کا ایک ذلیل عنصر تصور کیا جاتا تھا، انہیں جیسی لغو باتوں کے ذریعہ انہوں نے اسلام کو مورد الزام ٹھہرایا۔

آزادئ نسوان کا پر فریب نعرہ

اور منفسی اثرات

عالمی قیادتوں کے سربراہان کا نظریہ یہ ہے کہ آج مسلم خواتین مظلوم و مجبورہ کر معاشرہ میں قدامت پرستوں کا اکہ کار بنی ہوئی ہیں، اس لیے ان کی زندگی سے ظلم اور دھوکہ دہی کو دور کرنا اور خارجی دنیا میں ایک ایسے محترم حصہ کی حیثیت سے ان کو نمایاں کرنا از حد ضروری ہے جو سیاسی امور میں شراکت داری کا معاملہ اختیار کر کے مردوں کے تجربات سے فائدہ اٹھائے اور تمام میدانوں میں اپنی کشتی حیات کو آگے بڑھائے، اگر ان ”بہی خواہان مسلم خواتین“ کا مقصد یہ ہے کہ وہ اسی طرح بے شرمی اور بے حیائی کی زندگی گزاریں جس طرح ایک مغربی خاتون اپنے شب و روز گزارتی ہے تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا زندہ جاوید نظام حیات

یورپ نے طویل مطالعہ کے بعد اس حقیقت کا ادراک کیا، اور موضوع کی نزاکت اور حساسیت کے پیش نظر اس صنف نازک کو اپنی منہی کارروائیوں کا نشانہ بنایا، مسلم خواتین کے لیے اس انداز سے منصوبہ بندی کی جس سے اسلام کے قائم کردہ اصول و خطوط پر ان کی رگ حمیت پھڑ کے اور غیرت و خودداری کا عملی مظاہرہ ہو، خواہ ان اصول کا تعلق مرد و عورت کے مساویانہ حقوق سے ہو یا حجاب اور پردہ کو زیب تن کرنے سے ہو، گھروں میں رہ کر زندگی گزارنے سے مربوط ہو، یا عورت کے حصہ کو مرد کے حصہ سے کم باور کرا کے ہو، انہوں نے ان تخیلات کی خفیہ اشاعت کی اور نام نہاد مسلم ایجنسیوں کے ذریعہ اندرون خانہ معاشرہ میں ان کو عام کیا۔

ایک طرف ہم ان مسلم خواتین کی زریں تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں جنہوں نے اسلامی علوم میں خاصی مہارت پیدا کی اور تفسیر و حدیث میں امامت کے درجہ پر فائز ہو کر تاریخ میں اہم ترین کارنامہ انجام دیا تو دوسری طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں مسلم خواتین کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو مادی تہذیب سے متاثر ہو کر معاشرہ اور زندگی کے جملہ شعبہ جات میں مغربی خاتون کی ہو بہو نقل اتارنے پر آمادہ ہے اور شوہروں کی اطاعت سے دستبردار ہو کر حجاب جیسے سامانِ تحفظ کو دور پھینک چکی ہے، اور مردوں کے شانہ بشانہ دنیا کے تمام کام میں شریک و سہیم بننے کے لئے کوشاں ہے، لیکن فرنگیت کے تلخ تجربات نے اس نقطہ نظر میں کافی حد تک تبدیلی پیدا کی اور مرد

خواتین پر مغربی یلغار تہذیبی ترقیات میں آج مسلم خواتین کا عنوان نمایاں حیثیت کا حامل ہے، عالمی سیاست میں بھی ان کی بڑی اہمیت ہو گئی ہے، اسلامی تاریخ کے آغاز ہی سے دنیا کی سپر طاقتوں کے قائدین کی تخریبی کارروائیاں راز رازاں اور سر پنہاں نہیں ہیں، بلکہ واضح گاف انداز میں طشت از بام ہو چکی ہیں، انہوں نے پہلے مرحلہ میں قرآن کریم کو تحریف کا نشانہ بنایا اور پوری مہارت اور باریک بینی سے اس کی آیات میں اپنے افکار و خیالات کو خلط ملط کر کے پیش کیا، تاکہ عوام و خواص غیر شعوری طور پر ان کے دام فریب میں آجائیں، یہ قائدین قوم، یہودی طبقہ کے وہ افراد ہیں جنہوں نے استثنائی اسکولوں اور کالجوں میں تربیت حاصل کی ہے اور قرآن و حدیث کا بنظر غائر مطالعہ کیا، صرف اس لیے کہ عقیدہ اسلامی کے حاملین میں شکوک و شبہات کی تخم ریزی کر کے اس کی جڑوں کو کمزور کر دیں اور اسلام کی صداقت و حقانیت اور دنیاوی مسائل پر اس کی ہمہ گیریت کو مشتبہ کر کے پیش کر سکیں، ادھر کئی سالوں سے انہوں نے خواتین پر یلغار شروع کر دی اور ان کو موضوع بحث بنایا۔

صالح معاشرہ کی تعمیر میں

خواتین کا کردار

مسلم خواتین صالح معاشرہ کی تعمیر میں صرف بنیادی عنصر کا درجہ نہیں رکھتیں، بلکہ اسلام کے تہذیبی قلعہ کی خشت اول کی حیثیت رکھتی ہیں، قائدین

اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا، اور نہ مرد و عورت کی فطرت اس کو تسلیم کرتی ہے، مغرب میں آزادی نسواں کا پر فریب نعرہ بلند کیا گیا، اور اس کے نتائج بڑے خطرناک اور ناقابل بیان انداز میں ظاہر ہوئے۔

کویت سے شائع ہونے والے ہفت روزہ جریدہ ”المجتمع“ نے ”جنسی ہوس پروری کے نتائج“ کے عنوان سے اس پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امریکہ میں بیس سال سے کم عمر والی ۸۰٪ لڑکیاں زنا کی مرتکب ہوتی ہیں اور دس لاکھ نو جوان لڑکیاں ہر سال ناجائز طریقہ سے حاملہ ہوتی ہیں، جن میں سے ۵۶٪ فطری طور پر بچوں کی ولادت کا سبب بنتی ہیں، اور ۳۰٪ حمل کو ضائع کر دیتی ہیں اور ۱۴٪ اسقاط حمل کراتی ہیں، قریب البلوغ لڑکیوں کے اکثر حمل ناجائز طریقے سے دوسرے لوگوں کے ہوتے ہیں، اسقاط کے اس عمل میں ستر کروڑ ڈالر کا سالانہ صرفہ ہوتا ہے، برطانیہ میں ساٹھ ہزار قریب البلوغ لڑکیاں حاملہ ہوتی ہیں جن میں ۲۵٪ اسقاط حمل کراتی ہیں، اور ایک لاکھ نوے ہزار خواتین سال میں جنسی جارحیت کا نشانہ بنتی ہیں، سال میں طلاق کا تناسب ۵۱٪ ہے جبکہ اس سے متاثر ہونے والے بچے ایک لاکھ سینتالیس ہزار ہیں۔

یہ صرف ایک مختصر اشارہ ہے، ورنہ مغرب میں جنسی جرائم کا گراف اس تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ اس کو صفحات، کیا جلدوں میں لکھا نہیں جاسکتا، جرائم پیشہ افراد کی دلی خواہش ہے کہ اس متلاطم سمندر کی موجیں پاک طینت گھرانوں کو بھی اپنے لپیٹ میں لے لیں اور پوری شدت اور قساوت قلبی کے ساتھ ان کو اپنا قلمہ تر بنالیں، وہ چاہتے ہیں کہ مسلم خواتین عفت و حیا کی چادر کو تار تار کر کے مارکیٹوں اور پارکوں کی زینت بنیں، آزادی،

مساوات اور معاشرہ اور وطن کی تعمیر میں شراکت داری کے نام سے فحاشی اور بے حیائی کے اڈوں میں آئیں اور اپنی جنسی بے راہ روی کا بھرپور مظاہرہ کریں، مغربی قائدین ان مسلم خواتین کے لئے بہت فراخ دل ہو گئے ہیں جو دائمی سعادت سے بہرہ مند ہو کر اندرون خانہ صالح معاشرہ کی تعمیر میں مشغول ہیں تاکہ ایسے جواں مرد افراد اور قوم کے سپاہی تیار ہو کر نکلیں جو انسانیت کو عزت و شرافت کی شاہراہ پر لاکھڑا کریں۔

دختر کشی نہیں، بلکہ نسل کشی
اسی طرح بعض مسلم اقلیتی ممالک، خاص طور سے عالمی توجہات کے مرکز ہمارے ملک ہندوستان میں لڑکیوں کو رحم مادر ہی میں یا ولادت کے فوراً بعد قتل کرنے کی ایک بڑی خطرناک ملعون و باپھیل گئی ہے، یہ مہلک وبا اس خدشہ میں پھیلی ہے کہ کہیں لڑکیاں والدین پر بوجھ نہ بن جائیں، کیونکہ وہ ان کی شادیوں کے اخراجات کو برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتے ہیں، مزید برآں شادیوں کے ظالمانہ رسم و رواج کی وجہ سے وہ اپنے لخت جگر کو غیر کے سپرد کرنے میں بڑی قیمت ادا کرنے کے مجاز ہوتے ہیں، بے شرمی اور بے حیائی کی انتہا یہ ہے کہ ہونے والا شوہر مرغ اہل خانہ اپنے مطالبات پورے کرانے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کرتا ہے اور کسی حال میں ان سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

اگر شوہر کی طرف سے رشہ ازدواج کو منقطع کرنے کا مسئلہ غیر معمولی اہمیت کا حامل نہ ہوتا تو لڑکی کے والدین و اقرباء سے کیے گئے مطالبات کو بہت جلد پورا نہ کرتے، چنانچہ جب شادی کی کارروائی پوری ہو جاتی ہے اور متعینہ مدت میں مطالبات بھی پورے کر دیے جاتے ہیں تو محبت و

مودت اور فرحت و مسرت کے لمحات دراز ہوتے ہیں، ورنہ اس کے برعکس جائین میں اجنبیت، معاملات میں سخت گیری اور ناپسندیدگی کا اظہار اور خاص طور سے دلہن کی زندگی کا خاتمہ یقینی صورت اختیار کر جاتا ہے۔

یہ وہ صورت حال ہے جس سے آج کا مسلم معاشرہ بھی دوچار ہے، لیکن اس کے بہ نسبت موجودہ غیر مسلم معاشرہ میں یہ وبا تیزی سے پھیل رہی ہے، بسا اوقات مقامی صحافت میں لڑکیوں کو بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتارنے کے واقعات کے اسباب اور حقائق کو پوری وضاحت سے شائع کیا جاتا ہے، خواہ الٹرا ساونڈ (Ultra Sound) کے ذریعہ جنین کی حالت میں ان کے جنس کی تعیین ہو گئی ہو اور راستے سے ان کو ہٹانا ممکن بھی ہو، یا ولادت کے بعد خفیہ علاج و معالجہ اور دوسرے بدترین ذرائع سے اس ناپاک حرکت کو انجام دیا جانا آسان ہو۔

زمانہ جاہلیت میں صنف نازک کے ساتھ وحشیانہ سلوک
زمانہ قدیم میں جزیرۃ العرب کے بعض قبائل بھی اس خبیث و غیر انسانی فعل کے مرتکب تھے، کیونکہ ان کو یہ خطرہ لاحق تھا کہ جب ان کی لڑکیوں کی شادی انجام اور اجنبی اشخاص کے ساتھ ہوگی تو وہ دوسرے اور سامانوں کی طرح ان کے مالک بن جائیں گے، ان کے ساتھ جو چاہیں گے تصرف کریں گے اور من چاہی خدمت لیں گے، اسلام کے آنے سے پہلے لوگوں میں یہ بری عادت اور شر آمیز خصلت پائی جاتی تھی، اور یہ حقیقت ہے کہ جب بھی دین سے بے اعتنائی برتی جائے گی اور اخلاقی و انسانی قدروں کو پس پشت ڈالا جائے گا تو اس کا نتیجہ اس وحشیانہ اور ظالمانہ جہالت کی صورت میں ظاہر ہوگا، جس نے

جاہلیت کے پورے ماحول پر اپنا سکہ جمارکھا تھا، یہی وہ ہمہ گیر اثر تھا جو ذلت و احساس کمتری کے شکار حلقوں میں اپنی گرفت مضبوط کر چکا تھا، لہذا جب اسلام آیا اور اس وقت لوگوں میں بدبختی و خوش بختی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کے درمیان کوئی امتیاز و تفاوت باقی نہیں رہ گیا تھا، تو وہ منظر سامنے آیا جس سے تاریخ آج بھی آشاہے اور اس کو اس نے حسرت و الم کی روشنائی سے قلمبند کر رکھا ہے کہ مرد پر لوگوں کی توجیہ زیادہ تھی، جب کہ عورت کا انجام مٹی کا گڑھا تھا، اسی کو اللہ رب العزت نے اس طرح تعبیر کیا ہے:

”وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ، يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَّا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ“ [سورہ نحل: ۵۸، ۵۹] (ور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوش خبری سنائی جاتی ہے، تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور (دل میں) گھٹتا رہتا ہے اور بری خبر پر وہ لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے کہ آیا اس (مولود) کو ذلت کی حالت میں لئے رہے یا اسے مٹی میں گاڑ دے؟ ہائے کیسی بری تجویزیہ کرتے ہیں)۔

جب بھی کسی انسانی معاشرہ میں لڑکیوں کو قتل کر دینے کی یہ ظالمانہ صورت حال پائی جائے گی تو یہ دانا و بینا اور پیدا کرنے والے رب العزت کی قدرت سے کھلم کھلا اعلان جنگ ہوگا اور اس کی نعمت کی ناشکری و ناقدری شمار ہوگی۔

اکیسویں صدی کی جاہلیت
آج مسلم معاشرہ میں بھی یہ وحشیانہ و جارحانہ و باپھیلیتی جارہی ہے، معاشرہ کی یہ حالت اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کے قلوب مردہ ہو گئے ہیں اور انسان جانوروں و درندوں میں تبدیل بلکہ اس

سے بھی بدتر ہو گیا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ صنف نازک کی تعداد دن بدن خطرناک طریقے سے گھٹتی جا رہی ہے، یہاں تک کہ بعض علاقوں میں یہ تناسب گرتے گرتے ۳۳ فیصد ہو گیا ہے، اور ایسی تمدنی و معاشرتی مشکلات سامنے آرہی ہیں، جن کا کوئی حل ہی نظر نہیں آ رہا ہے، لڑکیوں کو قتل کر دینے ہی کی وجہ سے ۳۳% فیصد مردوں کے لیے ازدواجی زندگی میں داخل ہونا مشکل ہو گیا ہے، نتیجہ بالکل واضح ہے کہ اب شادی سے محروم نوجوانوں کے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں رہ گیا ہے کہ وہ عیاشی و فحاشی اور فسق و فجور کے خفیہ اڈوں کا رخ کریں اور طوائفوں اور جسم فروشوں کے کوشٹوں پر اپنی جنسی خواہشات کو پوری کریں۔

وجودن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

زمانہ جاہلیت میں لوگ مختلف جماعتوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے تھے، فضیلت و برتری کا معیار صرف قوت، مال اور جاہ و منصب تھا، عورت بڑی ستم رسیدہ اور بد نصیب تھی، اس کو خدمت گزاری اور پر مشقت کام کے لئے تیار رکھا جاتا تھا، اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا تھا جو جانوروں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے، جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اس نے عورت کو انسانیت کے اعلیٰ مراتب پر فائز کیا اور اس کو اس کے ہم و خیال سے بڑھ کر بلند و صلگی عطا کی، اس کے وجود کو قیمتی آگینہ اور قابل تحفظ ہیرا قرار دیا، اس لیے مسلم خواتین کی حفاظت و صیانت کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے، یہ فرض صرف اس کے قریب ترین اہل خانہ ہی انجام دے سکتے ہیں جو ان کی عزت کو اپنی عزت اور ان کے تقدس کی پامالی کو اپنے لئے بے عزتی اور ذلت تصور کرتے ہیں اور اس کی قطعاً

اجازت نہیں دیتے کہ وہ غیروں کے ہاتھوں کا کھلونا بنے، جو ”حضرات“ مسلم خواتین پر اپنی شفقت کا اظہار کر رہے ہیں، اور گھر اور معاشرہ کی تعمیر میں ان کے احساس ذمہ داری کو ظلم تصور کرتے ہیں وہ درحقیقت احساس کہتری کے شکار ہیں اس کے ذریعہ وہ فطرت سے بغاوت اور عمیق کھائی میں ان کو گرانے پر تلے ہوئے ہیں، وہ ان کو ان مغربی خواتین کے نقش قدم پر ڈالنا چاہتے ہیں جو گندی جنسی آوارگی سے تو خود محفوظ نہیں چہ جائیکہ محبت اور رحم دلی کے جذبات ان کے دل میں انگڑائی لیں، وہ نوجوانوں اور نوجوانوں کے پیچھے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے دوڑ رہی ہیں، اور ایسی خباثوں اور گندگیوں میں ملوث ہونے پر مصر ہیں، جن سے جانور بھی شرم جائیں۔

آخر کیوں مسلم خواتین کو خاتون خانہ بننے کے بجائے بازاروں کی زینت بننے پر اصرار کیا جا رہا ہے، خاندان اور معاشرہ کی تعمیر میں ان کے بنیادی کردار سے صرف نظر کر کے بے دخل کیا جا رہا ہے اور انہیں پارلیمنٹ، راجیہ سبھا اور منسپلیٹی کی ممبری کے لیے انتخابی سرگرمیوں کا جز بنایا جا رہا ہے، یا کسی علاقہ اور سوسائٹی کی چیئر پرسن کی حیثیت سے نامزد کیا جا رہا ہے، تاکہ مرد اور مرد نامردوں، سیاسی پارٹیوں کے ممبران و صدور کے ساتھ ان کا اختلاط رہے اور وہ اپنے شوہروں اور بچوں کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیت ذیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا ہے اور مسلم خواتین کی زینت کے حدود کو ظاہر کرتے ہوئے پوری وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے:

”وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُدْرِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ

فلاشی کا دور دورہ ہوگا، ضرورت ہے کہ صحیح اسلامی تعلیمات کو حرز جاں بنا کر کاروانِ حیات کو سوائے منزلِ گامزن رکھا جائے، لیکن اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لیے اسلامی شریعت کے عادلانہ اور اعتدال پسند اصول و قواعد سے واقفیت حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆

کاش ہمارے خواص و عوام اسلام کے بتائے

عَلَىٰ حُبُوبِهِمْ وَلَا يُدِينُ زَيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءَ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءَ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطُّفُلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“ [النور: ۳۱] (وآپ کہہ دیجیے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگار ظاہر نہ ہونے دیں، مگر ہاں جو اس میں سے ظاہر اور کھلا ہوا رہتا ہے اور دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں، اور اپنی زینت نہ ظاہر ہونے دیں مگر ہاں اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے لڑکوں پر یا اپنی بہنوں کے لڑکوں پر یا اپنی ہم مذہب عورتوں پر یا اپنی باندیوں پر یا ان مردوں پر جو خدمتی ہوں اور عورت کی طرف انہیں ذرا توجہ بھی نہ ہو، یا ان لڑکوں پر جو بھی عورتوں کے پردہ کی بات سے واقف نہیں ہوئے ہیں، اور عورتیں اپنے پیر زمین پر زور سے نہ رکھیں کہ ان کا منہ زبور معلوم ہو جائے، اور تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو اے ایمان والو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔)

خواتین کے مسائل کا حل اسلام میں

میں سمجھتا ہوں کہ ان ناگفتہ بہ حالات اور اس گھناونی حرکت کے فروغ نیز بین الاقوامی سطح پر آلاتِ لہو و طرب کے استعمال سے نہ کثرتِ آبادی کا مسئلہ حل ہوگا، اور نہ فیملی پلاننگ میں کامیابی ملے گی، بلکہ اس سے امراض کا ہجوم ہوگا اور مفلسی و

مولانا محمد سعید مجددی بھوپالی جواری رحمت میں

حضرت مولانا محمد سعید مجددی بھوپالی رکن مجلس انتظامی ندوۃ العلماء لکھنؤ و امیر دارالعلوم تاج المساجد بھوپال کا اتوار ۳۰ اپریل ۲۰۱۷ء/ ۳۱ شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ کو بعد عصر بھوپال میں مختصر عیالات کے بعد انتقال ہو گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

وہ قدیم علماء کی ایک یادگار اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے صاحبِ نسبت بزرگ تھے، جنہوں نے علومِ شرعیہ و ادبیہ ممتاز علماء و اساتذہ سے حاصل کیے اور اچھا شعری ذوق بھی پیدا کیا، وہ قادر الکلام عربی و اردو شاعر و ادیب بھی تھے، اور اپنے عظیم دادا حضرت شاہ ابوالحسن بھوپالی مجددی اور عظیم والد حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالی کی نسبتوں کے حامل و وارث تھے، کئی برسوں سے دارالعلوم تاج المساجد کی بھی سرپرستی فرما رہے تھے اور اس کے امیر تھے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی سابق ناظم ندوۃ العلماء اور ندوہ سے ان کا گہرا تعلق تھا، اس تعلق کو انہوں بعد میں بھی قائم رکھا اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسینی ندوی مدظلہ کے ساتھ بڑی نگریم و محبت کا معاملہ فرماتے تھے، ان کی گونا گوں کمالات کی حاشی شخصیت پر حضرت مولانا کا مضمون قارئین اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

دارالعلوم کی جامع مسجد میں منعقد تقریبی جلسہ میں حضرت مولانا مدظلہ نے فرمایا کہ: مولانا پیر میاں سعید مجددی ایک عالم ربانی تھے، مجددی سلسلہ سے ان کا تعلق تھا، مجددی سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی کی طرف منسوب ہے، اور حضرت مجدد الف ثانی کا اصل امتیاز تو حیدر کی نشر و اشاعت ہے، مولانا سعید میاں مجددی پوری زندگی توحید کے علمبردار رہے۔

حضرت مولانا نے مزید فرمایا کہ: مولانا مجددی ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن اور کئی دینی اداروں کے سرپرست تھے، ان کے انتقال سے بڑا خسارہ پیدا ہوا ہے، ان کے والد گرامی حضرت مولانا محمد یعقوب مجددی اپنے زمانہ کے اہل اللہ میں تھے، ان کے ذریعہ لاکھوں بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچا۔

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کہا کہ: مولانا محمد سعید مجددی دارالعلوم تاج المساجد کے امیر تھے، ان کی امارت و اہتمام میں دارالعلوم نے خوب ترقی کی، وہ نوجوانی ہی سے علم و تعلیم میں مشغول رہے، اپنے والد بزرگوار سے روحانی تربیت حاصل کی، اور ان کی مجلس اور خانقاہ کے ترجمان رہے۔

ناظم جلسہ مولانا نذیر الحفیظ ندوی نے کہا کہ: مولانا محمد سعید مجددی رابطہ ادب اسلامی کی فکر کے ترجمان تھے، ان کی نگرانی میں رابطہ کے کئی جلسے ہوئے اور چند کامیاب، ان کی زندگی کا ایک وصف نعت گوئی ہے، انہوں نے اس میں ایسا امتیاز پیدا کیا کہ وہ اچھے نعت گو شاعر شمار کئے گئے، ان کی ولادت ۱۹۳۲ء میں بھوپال میں ہوئی، اس طرح انہوں نے ایک لمبی عمر پائی۔

جلسہ کا آغاز محمد زاہر حسین کی تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا، جلسہ میں معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد واضح رشید حسینی ندوی اور دیگر اساتذہ و طلباء موجود تھے۔

☆ معتمد دارالعلوم ندوۃ العلماء، سکریٹری لکھنؤ کے قدیم استاد قاری ہدایت اللہ کا منگل ۲۵ اپریل ۲۰۱۷ء/ ۲۷ رجب ۱۴۳۸ھ کو مختصر عیالات کے بعد لکھنؤ میں انتقال ہو گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اعلیٰ علیین میں مقام عطا کرے، قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔ ☆☆☆

انسان ماضی اور حال کے آئینہ میں

.....مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

برابر ہو گئی ہے، باصلاحیت، اہل لیاقت اور جہنمیں لوگ اپنے اپنے ملکوں میں آزاد نہیں ہیں، ان کی بڑی تعداد دوسرے ملکوں میں آباد ہونے پر مجبور ہوتی ہے، سیاستدانوں اور مفکروں اور سابق وزیروں کا اپنی جانوں کا اندیشہ اور اپنے وطن میں عدم تحفظ کا احساس عام ہے، انسان کو اذیت پہنچانے کے لیے زہریلی گیس اور ہلاکت خیز ہتھیاروں کا عام رواج ہے، اور اس زہریلے مادہ کے لیے بڑے بڑے کارخانے قائم ہیں، کمزوروں پر یلغار موجودہ دنیا میں ایک عام سی بات ہے، سیاسی اور اجتماعی دونوں میدانوں میں اس کا یکساں مظاہرہ کیا جا رہا ہے، تاریخ سے اگر کسی کو تھوڑی سی بھی واقفیت ہے تو وہ اس بات کی تصدیق کرنے پر مجبور ہوگا کہ آج اقتدار و قوت کے حصول کے لیے جائز و ناجائز جو وسائل اختیار کیے جاتے ہیں، ان سے قدیم دنیا ناواقف تھی، اور عوام اسی طرح بے بس ہیں جس طرح قدیم عہد میں تھے۔

ہمیں یہ تسلیم ہے کہ علم و فن اور صنعت و حرفت کے امکانات اس عہد میں بہت وسیع ہیں، لیکن اس علم و فن اور صنعت گری سے انسانیت کی تعمیر کے بجائے اس کی تخریب کا زیادہ کام لیا جا رہا ہے، اگر کسی کو یقین نہ ہو تو مختلف ملکوں میں دفاع کے وسائل پر جو کچھ خرچ کیا جا رہا ہے اس کو دوسرے رفاہی کاموں پر خرچ ہونے والے اخراجات سے موازنہ کر کے دیکھ لے۔

بڑی طاقتیں عالمی مسائل میں یہ کہہ کر دراندازی کرتی ہیں کہ طاقت کے توازن میں فرق آرہا ہے اور اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو باور کرائیں کہ کسی بھی منطقہ سے ان کے انخلاء کے نتیجہ میں عدم توازن کا خطرہ ہے، لیکن یہ

جبر و قہر سے آزاد نہیں ہو سکا، بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوا ہے، ہاں پریشانیوں کے نام اور شکلیں ضرور بدل گئی ہیں۔

حقیقت حال کی واقفیت کے لیے ایمنسٹی انٹرنیشنل کی وہ رپورٹس کافی ہیں جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں جو موجودہ دنیا میں انسانی حقوق کی صورت حال بیان کرتی ہیں، یہ رپورٹیں ایک آئینہ کے مانند ہیں جس میں باسانی موجودہ عہد کی شکل دیکھی جاسکتی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ظلم و استبداد، بیجا مداخلت، بنیادی حقوق سے محرومی اور رنگ و نسل کے اختلاف، سیاسی فکروں کی نا موافقت اور طرز معاشرت کے فرق کی وجہ سے ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ، ایک طبقہ دوسرے طبقہ کے ساتھ، ایک حکومت اپنے عوام کے ساتھ کس کھلی جارحیت کا مظاہرہ کر رہی ہے، اس کے لیے بہت زیادہ غور و خوض اور کسی گہری نظر کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کے ادراک کے لیے عقل عام کافی ہے۔

مسئلہ کشمکش، انسانی لہو کی ارزانی، پر تشدد کارروائیاں پوری دنیا میں عام ہیں۔ چھوٹی بڑی طاقتوں کے ہاتھ اس سے رنگیں ہیں، اس کی زندہ مثال موجودہ عہد میں پناہ گزینوں اور شہرنا تھیوں کا ایک ملک سے دوسرے ملک سے ہجرت کرتا ہوا یہ سیلاب بلاخیز ہے جو بڑھتا جا رہا ہے اور اس کے لیے اقوام متحدہ کا ایک مستقل ادارہ ہے جن کی تعداد قدیم عہد کی پوری دنیا کی آبادی کے

مغربی مفکرین کا ایک نظریہ ہے جس کو عالم اسلام کے مغرب زدہ لوگوں نے آنکھ بند کر کے قبول کر لیا ہے کہ عہد وسطی ظلم و تشدد، آزادی فکر و نظر کی پابندی اور استبداد کا عہد تھا، یہ رائے اس طرح عام ہو گئی ہے کہ ہر صاحب قلم جو اس عہد پر قلم اٹھاتا ہے وہ اس نظریہ سے صرف نظر نہیں کر پاتا اور ظلم و تشدد، رعایا کی مظلومیت اور حکام کی آمریت کی داستان رقم کر جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ ماضی میں شخصی حکومتیں قائم تھیں جو یورپ میں بھی تھیں اور ایشیا میں بھی اور افریقہ میں بھی، اس وقت دولت کے حصول اور معیار زندگی کو بلند کرنے کے ایسے مواقع حاصل نہیں تھے جو آج کے صنعتی عہد میں کمپنیوں اور فیکٹریوں کی کثرت اور تجارت کے پھیلاؤ کی وجہ سے حاصل ہیں اور سرمایہ کاری کے لیے تنظیموں کے قیام اور علمی اور فنی ماہرین کی کثرت اور قوت خرید، درآمد برآمد کی سہولت، علم و فن کی ترقی ایک ملک سے دوسرے ملک کے اسفار کی آسانیاں جو اس وقت میسر ہیں وہ پہلے نہیں تھیں، اس میں بھی اختلاف کی گنجائش نہیں کہ موجودہ تہذیب کی یہ عظیم کامیابی ہے جس میں وہ عہد ماضی سے بہتر ہے، لیکن انسان کی عملی زندگی کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان تمام سہولتوں اور عصر حاضر کی کامیابیوں اور صنعتی ترقیوں اور معیار زندگی کو بلندی کے باوجود انسان پریشانیوں پابندیوں اور

بھی کسی سے مخفی نہیں کہ ان کی ہر اداسی نہ کسی سیاسی مصلحت اور اندرونی داؤ پیچ کا نتیجہ ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں ان کی شدت سے ضرورت محسوس کی جاتی ہے وہاں ان کا کوئی کارندہ بھی نہیں پہنچتا اور جہاں ان کی قطعی ضرورت نہیں ہوتی وہ بن بلائے مہمان کی طرح آ موجود ہوتی ہیں، ظالم ظلم کا جواز تلاش کر لیتا ہے اور اپنے ظلم کو مدد اور نجات دہندگی کا نام دیتا ہے اور مظلوم اپنی مظلومیت کا رونا روتا رہتا ہے اور اس کی دادرسی کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔

بڑی طاقتوں کا یہ نفاق اور کھلا تضاد ماضی قریب میں بوسنیا، ہرزہ گوینا کے سلسلہ میں کھل کر سامنے آیا، امریکہ کے کمرشل سینٹر میں دھماکہ کے سلسلہ میں ان کی دارو گیر بھی دنیا نے دیکھی اور مسجد ابراہیمی کی آتش زدگی کے اندوہناک المیہ پر بھی ان بڑی طاقتوں کا موقف دنیا نے دیکھ لیا، شام، عراق، فلسطین، میانمار، لیبیا اور افغانستان کے سلسلہ میں بھی ان کی پوزیشن دیکھنے میں آ رہی ہے، اور ۱۱/۹ کے واقعہ کے بعد امریکہ کی نام نہاد دہشت گردی مخالف جنگ اس کی واضح دلیل ہے۔

عالمی مسائل کی سنگینی اور ان کی ژولیدگی کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں کوئی غیر جانبدار طاقت، کوئی غیر جانب دار تنظیم اور کوئی انصاف پرور نظام عدل قائم نہیں ہے جو اصول و انصاف کی بنا پر عالمی مسائل میں ثالثی کرے اور ظالم کو ظلم کرنے سے روک دے اور مظلوم کی اشک شوئی کرے، یہ ایک ایسی صورت حال ہے جو پوری انسانیت کے لیے زبردست خطرہ کا پیش خیمہ بنتی جا رہی ہے، اس مقصد کے لئے قائم عالمی ادارے بڑی طاقتوں کے ہاتھوں میں ایک آکے

کار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

انسانیت کا کوئی مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی ایسی طاقت سامنے نہیں آتی جو غیر جانبدار اور انصاف پرور ہونے کے ساتھ تمام مادی اغراض سے بالاتر ہو اور عالم انسانی کی مشکلات کے سامنے سینہ سپر ہو جائے اور کسی ظالم کے سامنے کسی چٹان کی طرح جم جائے۔

موجودہ یورپ کا سیکولرزم بھی بے نقاب ہو گیا ہے، دینی انتہائی پسندی اس وقت پورے یورپ میں عام ہے، اس نے ساری دنیا کا چہرہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور ان کے نقوش و خطوط مٹا دیے ہیں اور ان پر اپنا عقیدہ، اپنی زبان، اپنا کلچر تھوپنے کی کوشش کی جا رہی ہے، کھل کر مسیحیت کی ترویج کی جا رہی ہے، جو بھی پوپ کے دوروں کا جائزہ لے گا، ان کے بیانات پر

نظر کرے گا، مشنری نظام کے بجٹ پر اور ان کے نٹ ورک پر غور کرے گا وہ اس کو تسلیم کرے گا کہ یہ مشنری سرگرمیاں، یہ ہولناک جنگیں اور یہ خونریزیوں سب عالمی طاقتوں کی تائید سے جاری ہیں۔ موجودہ دنیا آتش فشاں کے دہانے پر کھڑی ہے، اخلاقیات، دیانتدارانہ معاملات سب کے سب رخصت ہو گئے ہیں، اصول پر عمل کرنا قدامت پرستی ہے، ساری دنیا ایک نظام کی غلامی میں مبتلا ہو رہی ہے، ذرائع ابلاغ تک اب آزاد نہیں ہیں، زراعت اور صنعت، تعلیم بھی مغربی حکومتوں کی تابعداری میں ہیں، اس کے باوجود مغربی تہذیب کی تقدیس اور اس کی ثنا خوانی ترقی پسندوں کا شعار ہے اس لیے کہ خیر و شر کی تمیز جاتی رہی ہے اور عزت نفس کا وجود نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

(سات جلدوں پر مشتمل) آسان ہندی زبان میں ترجمہ و تفسیر

تفسیر فاروقی اور ہندی ترجمہ قرآن مجید کا پیغام

از - (مولانا) مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

یہ مسلم وغیر مسلم اور نو مسلموں کے لیے آسان ہندی زبان میں تفسیر ہے جس میں ہر روز کے سبق کے اعتبار سے تقریباً دس آیتوں کا ترجمہ پھر آیت کی الگ الگ تفسیر نمبر ڈال کر لکھی گئی ہے، پھر آیت کا پہلے شان نزول، اس سے متعلق احادیث اور مسائل کے ساتھ غیر مسلموں کے عقائد و سوالوں کے جوابات اور سائنسی تحقیق و فضائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی نے دعوت سے متعلق ہندی، اردو، عربی، انگریزی میں 200 سے زائد کتابیں تصنیف کی ہیں جنہیں درج ذیل پتہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ناشر: مکتبہ پیام امن، ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ

موبائل نمبر: 0998449015, 09919042879

شرعی پردہ اور اُس کے حدود

.....مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

ظاہر ہے کہ یہ حکم ازواجِ مطہرات کے لیے خاص نہیں ہے، اس لیے کہ اس آیت سے پہلے اور اس آیت کے بعد جو احکام ہیں، وہ بالا جماع امہات المؤمنین کے ساتھ خاص نہیں ہیں، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ“۔ [سورة الاحزاب/۵۳]

یعنی جب تم ازواجِ مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ آیت حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ کے موقع پر نازل ہوئی اور اسی وقت ان کے اور دوسرے مردوں کے درمیان ایک پردہ ڈال دیا گیا۔ اسی طرح مندرجہ ذیل احادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں:

—عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: المرأة عورة، فاذا خرجت استشرفها الشيطان. [اخرجه الترمذی، وقال: حدیث حسن صحیح غریب]۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت چھپانے کی چیز ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے۔

ابن خزیمہ اور ابن حبان بھی اپنی اپنی صحیحین میں یہ حدیث لائے ہیں اور ان میں یہ اضافہ بھی ہے کہ: ”و اقرب ما تكون من وجه ربها وهي فی قعر بیتها“۔ یعنی عورت جب تک اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ [دیکھئے: الترغیب للہمذری، ۱/۱۳۶]

درجہ منسوخ نہیں ہوا، البتہ مختلف حالات میں خواتین کی طرف مختلف درجات کا حکم متوجہ ہوتا رہتا ہے، وہ تین درجے مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا درجہ

خواتین کا اپنے جسم کو گھر کی چہار دیواری یا پردے اور ہودج وغیرہ میں اس طرح چھپانا کہ ان کی ذات اور ان کے لباس اور ان کے ظاہری اور چھپی زینت کا کوئی حصہ اور ان کے جسم کا کوئی حصہ، چہرہ اور ہتھیلیاں وغیرہ کسی اجنبی مرد کو نظر نہ آئے۔

دوسرا درجہ

خواتین کا برقع یا چادر کے ذریعہ اس طرح پردہ کرنا کہ چہرہ، ہتھیلیاں اور پورے جسم کا کوئی حصہ اور زینت کا لباس نظر نہ آئے بلکہ عورت کا پورا جسم سر سے لے کر پاؤں تک ڈھکا ہوا نظر آئے۔

تیسرا درجہ

خواتین کا چادر وغیرہ سے اس طرح پردہ کرنا کہ اس کا چہرہ، ہتھیلیاں اور اس کے قدم کھلے ہوئے ہوں۔

پہلا درجہ اصل ہے اور اس کا

ثبوت

خواتین کے پردے میں اصل تو پہلا درجہ ہے، وہ یہ کہ عورت اپنے گھر کے اندر رہے اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلے (ضرورتوں کا بیان ان شاء اللہ آگے آجائے گا) اس کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے کہ: ”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ“۔

آج کے دور میں خواتین کے پردہ کا مسئلہ بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے جس پر طویل گفتگو اور بحث ہوتی رہی ہے، لہذا اس مسئلہ کا جو خلاصہ اور لب لباب ہے وہ یہاں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، واللہ تعالیٰ هو الموفق والمعین۔

ہمارے اس دور میں عورت کے پردے اور بے پردگی پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں، اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتابوں میں سب سے بہترین رسالہ وہ ہے جو میرے والد ماجد مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان میں لکھا ہے جو ”تفصیل الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب“ کے نام سے ”احکام القرآن“ جلد ثالث کا جز بن کر شائع ہو چکا ہے، اس رسالے میں حضرت والد صاحب نے اس موضوع کی تمام آیات اور احادیث کو جمع فرما دیا ہے اور پردے کے حدود اور اس کی کیفیت کے بارے میں فقہاء کے مذاہب اور مفسرین کے اقوال کو بھی بیان فرمایا ہے۔

شرعی پردے میں تین درجے

اس رسالہ میں طویل بحث کے بعد جس نتیجے پر پہنچے ہیں، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”شرعی پردہ“ جس کا قرآن و سنت میں حکم دیا گیا ہے، اس کے تین درجے ہیں: اعلیٰ درجہ، متوسط درجہ اور ادنیٰ درجہ، اور ہر درجہ پردے اور ستر کے لحاظ سے دوسرے سے بلند اور اعلیٰ ہے اور فوقیت رکھتا ہے اور یہ تمام درجات قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور ان میں سے کوئی

۲- عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان المرأة تقبل فی صورة شیطان و تدبر فی صورة شیطان. [مسلم: ۱/۱۲۹] (حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے)۔

۳- عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: خرجت سودة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعد ما ضرب علیہا الحجاب لتقضي حاجتها و كانت امرأة جسيمة تفرع النساء جسماً لا تخفى علی من يعرفها فأرها عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال: يا سودة! واللہ ماتخفين علينا فانظري كيف تخرجين قالت فانكفات راجعة و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتي و انه ليتعشى فی یده عرق فدخلت فقالت: يا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انی خرجت فقال لی عمر كذا و كذا قالت: فأوحى ثم رفع عنه و أن العرق فی یده ما وضعه فقال: انه قد اذن لكن أن تخرجن لحاجتكن -

(حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ پردہ کے احکام نازل ہو جانے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قضاء حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلیں، چونکہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جسیم تھیں اور عام خواتین کے مقابلے میں دراز قد تھیں، اس لیے جو لوگ آپ کو پہچانتے تھے ان سے آپ مخفی نہ رہ سکتی تھیں، چنانچہ جب آپ باہر نکلیں تو حضرت عمر بن

خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دیکھا اور فرمایا کہ اے سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! اللہ کی قسم، تم ہم پر مخفی نہیں رہ سکتیں، لہذا سوچ لو تم کیسے نکلو گی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ سن کر واپس لوٹیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے گھر میں تھے اور اس وقت، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں گوشت والی ہڈی تھی، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر میں داخل ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں گھر سے نکلی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ایسا ایسا کہا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی شروع ہو گئی، پھر وحی کا سلسلہ بند ہو گیا اور وہ ہڈی اب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ابھی تک نہیں رکھا تھا، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب عورتوں کو حاجت کے لیے گھروں سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے)۔ [صحیح مسلم:

کتاب السلام، باب اباحة الخروج للنساء لقضاء حاجة انسان]

اس حدیث کے یہ الفاظ کہ:

”فقد اذن لكن أن تخرجن لحاجتكن“ - اس پر دلالت کر رہے ہیں کہ خواتین کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ”حاجت“ کے ساتھ محدود ہے، حاجت کے علاوہ خواتین اپنے گھروں میں ہی رہیں۔

۴- عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: صلاة المرأة فی بیتها أفضل من صلاحها فی حجرتها و صلاحها فی مخرجها أفضل من صلاحها فی بیتها۔

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت کا اپنے گھر کی اندرونی کوٹھری میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اندرون گھر میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے)۔ [أخرجه ابو داؤد وأخرجه الحاكم في المستدرک عن ام سلمة كمانی كتر العمال: ۸/۲۵۹، وأخرجه ابن خزيمة في صحيحه كمانی الترغيب للمبذري: ۱/۱۳۵]

۵- عن أم حميد امرأة أبي حميد الساعدي انها جاءت النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: يا رسول اللہ! انی أحب الصلاة معك، فقال: لعلمت انك تحبين الصلاة معی و صلاحتك فی بیتك خير لك من صلاحتك فی حجرتك و صلاحتك فی مخرجك و صلاحتك فی دارك و صلاحتك فی دارك خير لك من صلاحتك فی مسجد قومك و صلاحتك فی مسجد قومك خير لك من صلاحتك فی مسجدی، قال: فأمرت فبنی لها مسجد فی أقصى شئ من بیتها و اظلم فكانت تصلي فيه حتى لقيت اللہ عز و جل۔

(حضرت ام حمید ساعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں چاہتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ہماری مطبوعات

☆ عمدہ کاغذ ☆ بہترین طباعت ☆ خوبصورت سرورق

۱۲	تاریخ الادب العربی (الاسلامی)	125/=
۱۵	تاریخ الادب العربی (الجاهلی)	70/=
۱۶	مقدمہ شیخ عبدالحق دہلوی	50/=
۱۷	اسلام کی تعلیم	16/=
۱۸	تفہیم المنطق	150/=
۱۹	مبادی علم اصول الفقہ	20/=
۲۰	سوانح صدر یار جنگ	200/=
۲۱	مختار من صفة الصفة	150/=
۲۲	شرح العقیدة الطحاویة	55/=
۲۳	اصول الشاشی	60/=
۲۴	علم اصول الفقہ	100/=
۲۵	حیات عبدالباری	150/=
۲۶	تاریخ ندوة العلماء (اول)	170/=
۲۷	تاریخ ندوة العلماء (دوم)	180/=

نمبر شمار اسمائے کتب قیمت

۱	زعیمان لحرکتہ الاصلاح	70/=
۲	روداد چین	200/=
۳	الصحافة العربیة	160/=
۴	تمرین الصرف	55/=
۵	رسالة التوحید	60/=
۶	دیوان الحماسة (اول)	165/=
۷	دیوان الحماسة (دوم)	165/=
۸	فتاویٰ ندوة العلماء (اول)	350/=
۹	فتاویٰ ندوة العلماء (دوم)	400/=
۱۰	فتاویٰ ندوة العلماء (سوم)	400/=
۱۱	مختار الشعر العربی (اول)	15/=
۱۲	مختار الشعر العربی (دوم)	18/=
۱۳	العقیدة السنیة	20/=

ملنے کے پتے:

9889378176	مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوة العلماء، لکھنؤ
9415912042	مکتبہ اسلام، امین آباد، گوٹن روڈ، لکھنؤ
9936635816	مکتبہ الفرقان، نظیر آباد، لکھنؤ
9198621671	مکتبہ علمیہ، شباب مارکیٹ ندوہ روڈ، لکھنؤ
9005505629	مکتبہ طوبی، ندوی منزل، ندوہ روڈ، لکھنؤ

ایک ضروری اعلان: بعض ناشرین کتب نے مجلس صحافت و نشریات کی کتابیں غیر قانونی طور پر طبع کرائی ہیں، اس لیے قارئین سے گزارش ہے کہ مجلس کی جملہ درسی و غیر درسی کتابیں درج بالا مکتبوں ہی سے خریدیں اور بذریعہ ڈاک بھی طلب کریں، مادر علمی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ساتھ آپ کا یہ نہایت مخلصانہ تعاون ہوگا۔

ناشر:

مجلس صحافت و نشریات

ٹیگور مارگ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ساتھ (جماعت سے مسجد میں) نماز ادا کروں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ (میرے پیچھے جماعت کے ساتھ) نماز پڑھنے کی بڑی چاہت ہے، مگر تمہاری نماز جو تم اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں پڑھو، اس نماز سے افضل ہے جو تم گھر کے بیرونی دالان میں پڑھو، اور دالان میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر کے صحن میں پڑھو، اور اپنے گھر کے صحن میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے قبیلہ کی مسجد میں (جو کہ تمہارے گھر سے قریب ہو) نماز پڑھو، اور اپنے قبیلہ کی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں آکر نماز پڑھو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر حضرت ام حمید ساعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر کے اندرونی اور تاریک حصہ میں نماز کی جگہ بنوائی اور پھر موت تک اسی جگہ نماز پڑھتی رہیں۔ [آخر جہ احمد فی مسندہ: ۶/۱۳۷۱]

۶- عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

لیس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرة.
(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ عورتوں کا گھر سے باہر نکلنے میں کوئی حصہ نہیں الا یہ کہ وہ نکلنے پر مجبور ہوں)۔
[آخر جہ الطبرانی، کمافی کنز العمال: ۸/۲۶۳]

مندرجہ بالا احادیث بالکل وضاحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ عورت کے لیے اصل حکم یہ ہے کہ گھر کے ذریعہ پردہ کرے اور اپنی ذات کو اجنبی مردوں سے مخفی رکھے، ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔

☆☆☆☆☆

جناب سید شہاب الدین مرحوم

..... حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

میں دکھائی دیتے تھے۔

ان سب کے ساتھ ان کی ایک بڑی اور ایک اہم خدمت ان کا انگریزی رسالہ ”مسلم انڈیا“ تھا جو مسلمانوں کے مسائل اور حکومت وقت کے احکامات و اقدامات کا بہت علمی انداز میں جائزے پیش کرتا تھا، آزادی کے بعد ملک میں مسلم اقلیت کو جن مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا، اعداد و شمار کے ساتھ ان حقائق کو اپنے میگزین میں پیش کرتے رہتے تھے، وہ ایک عرصہ تک ہندوستان کی پارلیمنٹ کے رکن بھی رہے، اور وہاں بھی وہ حسب موقع ملت کے لیے آواز بلند کرتے تھے، وہ اچھی اور بلخ انگریزی جانتے تھے، اور وزارت خارجہ میں رہنے کے سبب ملک کے قانونی معاملات و امکانات کو خوب سمجھتے اور ان کی بناء پر بات کرتے، اور اپنے موقر رسالہ کے لیے مواد شائع کرتے تھے، جس سے اہل فکر و نظر فائدہ اٹھاتے اور ان حقائق سے ملت کے لیے آواز بلند کرتے تھے، اور پڑھے لکھے ہونے کی اہم خصوصیت کے ساتھ ملت کے معاملات میں چستی و توجہ سے کام لیتے تھے، چنانچہ بابرئ مسجد کے مسئلہ میں بھی انہوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔

افسوس کہ عمر کا متعین حصہ پورا کر کے اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے اور ایک خلا چھوڑ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، رحمہ اللہ رحمة واسعة وغفر له، ان کی وفات دہلی کے قریب نو بیڈ ایک اسپتال میں ۲۴ جمادی الآخرہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۴ مارچ ۲۰۱۷ء کو ہوئی، ان کی عمر اسی (۸۰) سال سے متجاوز تھی، اور ان کا تعلق ضلع کشن گنج (بہار) سے تھا۔

☆☆☆☆☆

ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ ملک کے حالات کا برابر جائزہ لیتے رہتے، اور ملت کی تقویت کے لیے جو کام مناسب سمجھتے، اس کو اختیار کرتے، اور ملت کے لیے دوسرے قائدین کو اپنے مفید مشوروں سے نوازتے۔

وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے شروع سے ممبر رہے، اور ایک فعال ممبر کی حیثیت سے ایک عرصہ تک وہ معروف رہے، خاص طور سے مطلقہ کے نان و نفقہ کے بل کے سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ نے جو کوشش کی تھی، اس میں انہوں نے بھی اپنی صلاحیت سے بورڈ کے کار کو فائدہ پہنچایا تھا، اور اس کو تقویت پہنچاتے رہے، اس کے علاوہ انہوں نے سیاست میں بھی حصہ لیا، پہلے جنتا پارٹی میں شامل ہو کر ایک قائدانہ کردار پیش کیا، اس میں ان کو پارٹی کے چیئرمین چندر شیکھر (جو بعد میں ملک کے وزیر اعظم بھی ہوئے) کا بڑا اعتماد حاصل ہوا، اور پھر جب وہ پارٹی کمزور ہو گئی اور مسلم مسائل جس طرح اٹھائے جاسکتے تھے، اس میں ان کو دشواری محسوس ہونے لگی، تو انہوں نے انصاف پارٹی بنائی لیکن پھر ان کی صحت کمزور ہوتی گئی اور جن میدانوں میں وہ اپنی خدمات پیش کر رہے تھے، ان میں کمزوری آنے لگی، اس طور پر ادھر کچھ مدت سے وہ اس طرح ملی اور سیاسی کاموں میں پیش پیش دکھائی نہیں دے رہے تھے جیسے وہ پچھلے سالوں

سید شہاب الدین مرحوم ہندوستانی مسلمانوں میں اپنے علمی و ملکی خدمات کی بنا پر قدردانی اور مقبولیت رکھنے والی شخصیت رہے ہیں، انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز عصری تعلیم میں امتیاز حاصل کرنے پر حکومت کے ایک بڑے عہدہ پر فائز ہونے سے کیا، اور حکومت کی ملازمت میں وزارت خارجہ کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے کام انجام دیا، سعودی عرب میں فرسٹ سکرٹری کی حیثیت سے ایک مدت تک کام کیا، پھر قریب کے بعض ملکوں میں سفیر بھی رہے، پھر وزارت خارجہ کے دہلی دفتر میں آگئے۔

اپنی ملازمت کے دوران ان کا تعلق ملک کی معروف شخصیتوں سے بھی رہا، اور ملک و ملت کی مصلحت کے کاموں میں تعاون کرتے رہے، مجھ کو بھی ان سے واقفیت ان کے قیام جدہ کے دوران ہوئی تھی، جو ان کے دہلی میں ہی قیام ہو جانے پر بھی رہی، دہلی قیام کے دوران جب کہیں ملاقات کا موقع ملتا، اپنائیت کا اظہار ہوتا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے وہ اچھا تعلق رکھتے تھے، حکومت کی ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد وہ ملت اسلامیہ کے سیاسی و علمی کاموں سے باقاعدہ دلچسپی لینے لگے تھے، اور آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت میں صدر کی جگہ خالی ہونے پر ان کو یہ منصب ملا تھا، اور انہوں نے اس کے ذریعہ خدمات انجام دیں، ان کی

ہماری سماجی بیماریاں اور ان کا علاج

.....محمد فرید حبیب ندوی

اضافہ کی کوشش کرنا کوئی معیوب بات نہیں؛ لیکن اس کے کچھ حدود ہیں، انہی حدود میں رہ کر انسان حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ جیسا غنی اور مالدار بھی بن سکتا ہے؛ مگر افسوس یہ ہے کہ اس مادی نقطہ نظر نے تمام حدود کو پھلانگنا سکھا دیا ہے، اب ہر شخص اس فکر میں ہے کہ وہ دوسرے سے زیادہ مال دار ہو جائے، ایک ریس ہے جس میں سب بھاگے جا رہے ہیں، نہ حلال حرام کی فکر ہے اور نہ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال، یہی وہ مرض ہے جس نے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان حد فاصل کو ختم کر دیا ہے، مسلمانوں کا یہ امتیاز تھا کہ وہ آخرت کے لئے جیتے تھے اور آخرت کے لئے ہی سب کام کرتے تھے؛ مگر انہوں نے اپنے اس امتیاز کو ختم کر کے خود کو اسی رنگ میں رنگ لیا ہے، جو غیر مسلموں کا رنگ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”إنکم خلقتم للآخرة“ (اے مسلمانو! تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے)۔ دوسری حدیث میں فرمایا تھا: ”الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر“ (دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت)۔

مادیت پرستی کی اس بیماری کا اندیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے ہی تھا، اسی لیے آپ نے صاف لفظوں میں فرمایا تھا: ”إني لا أخشى عليكم الفقر، ولكن أخشى أن تبسط عليكم الدنيا كما بسطت على من كان قبلكم، فتهلككم كما أهلكتهم“ (مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ تم فقر و فاقہ سے مارے جاؤ گے، لیکن مجھے یہ ڈر ضرور ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی تھی، پھر تم بھی اس کے جال میں پھنس کر اسی طرح ہلاک ہو گے، جیسے اس نے تم سے اگلوں کو ہلاک کیا تھا)۔

ہے، اور خدا تعالیٰ کا یہ تعلق ہی اس کا معاون و محافظ ہوتا رہا ہے، اب جب ایسے محافظ سے ہی ہم محروم ہو جائیں تو پھر شکست و ریخت کا شکوہ کیوں کر۔ اس لئے ضروری ہے کہ امت اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق استوار کرے، اور اپنے روگوں کا قرآن و سنت کی روشنی میں علاج کرے۔ جب تک ان بیماریوں کو دور نہ کیا جائے گا، اور ان کا علاج نہ ہوگا، اس وقت تک حالات کے سدھرنے کا بھی کوئی امکان نہیں، ہم نے صرف چند موٹی موٹی بیماریوں کا ذکر کیا ہے، جن میں ہماری اکثریت مبتلا ہے، اور جن کا موجودہ حالات کے پیدا ہونے میں بہت بڑا کردار ہے، یہ وہ روحانی بیماریاں ہیں جن کو دور کرنے کی شدید ضرورت ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں دیگر چیزوں پر توجہ نہیں دینی ہے، وہ چیزیں بھی ضروری ہیں اور یہ بھی، دونوں میں توازن ہوگا تب ہی ہماری کوششیں نتیجہ خیز ثابت ہوں گی۔

۱- مادیت پرستی

آج ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ہر شخص دنیا کی دولت کے پیچھے پڑا ہے، ہر ایک کی نگاہ میں نقد منافع کی اہمیت ہے، جن اعمال کی بنیاد پر کل اجر ملے گا، انہیں بالکل بے حیثیت سمجھ لیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص زیادہ سے زیادہ دنیا کمانے کی فکر میں ہے، وہ اپنی موجودہ پوزیشن پر قانع نہیں؛ بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے، وہ اسے گویا کم تر سمجھتا ہے اور ہمہ وقت اس میں اضافہ کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔ دولت کمانا یا اس میں

اس وقت ہم مسلمانان ہند جن مسائل سے دوچار ہیں اور جن اندیشوں اور خطرات سے گھرے ہوئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہماری کوتاہیوں اور بد اعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ یہ تو نتائج ہیں جن کے پیچھے مہلک بیماریوں کا ہاتھ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ“ [سورہ شوری: ۳۰] (اور تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت سی غلطیوں کو تو معاف فرمادیتا ہے)، اس لئے جو حالات پیش آرہے ہیں، ان میں سب سے بڑا دخل ہماری کوتاہیوں، غفلتوں، بد اعمالیوں اور بد کرداریوں کا ہے۔ بیماریاں بہت سی ہیں، جن کے علاج کی ہمیں ضرورت ہے، بظاہر ان بیماریوں کی سنگینی کا ہمیں احساس نہیں اور موجودہ حالات سے ان کا کوئی تعلق ہماری سمجھ میں نہیں آتا؛ لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے کہ گناہوں کا ایک اثر ہوتا ہے، جو ظاہر ہو کر ہی رہتا ہے، اور جب کوتاہی اور غفلت شعاری کسی ایسی امت کی طرف سے ہو، جسے انسانیت کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہو، تو مسئلہ اور بھی سنجیدہ ہو جاتا ہے، اور پھر سستی اور غفلت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس طرح کے حالات پیدا کرتا ہے، تاکہ وہ امت دوبارہ اس کی طرف پلٹ کر آئے اور اپنی مجرمانہ غفلت کا تدارک کرے، اس لیے اس حقیقت کا ادراک نہایت ضروری ہے کہ امت مسلمہ کا تعلق خدا تعالیٰ سے کمزور ہو چکا

ضرورت ہے کہ ہم اس بیماری سے باہر آئیں، اور وقتی نفع سے اوپر اٹھ کر دائمی اور اخروی فائدہ پر نظر رکھیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ وَأَبْقَى“ [اعلیٰ: ۱۶، ۱۷] (تم لوگ تو دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور اسی کے فائدہ کے لیے دوڑتے بھاگتے ہو) حالانکہ آخرت زیادہ بہتر اور پائیدار ہے۔

۲- آخرت فراموشی اور

بے احتسابی

مادیت پرستی کا ہی نتیجہ آخرت فراموشی ہے۔ آج ہم میں سے اکثر کا یہ حال ہے کہ کئی کئی ہفتے گزر جاتے ہیں، اور ہمیں ایک بار بھی یہ خیال نہیں آتا کہ ایک دن ہمیں خدا کے حضور پہنچنا ہے، قبر کے مراحل سے گزرنا ہے اور آخرت کے سخت ترین دن سے نمٹنا ہے، حدیث شریف میں ہے: ”لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن أربع: عن عمره فيما أفناه، وعن شبابه فيما أبلاه، وعن ماله من أين اكتسبه وفيما أنفقه، وعن علمه ماذا عمل فيه“ (قیامت کے دن کوئی بھی شخص اپنی جگہ سے ہل نہ سکے گا، جب تک اس سے ان چار باتوں کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے اور وہ ان کا صحیح صحیح جواب نہ دے دے: عمر کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کہاں کھپائی، جوانی کہاں بسر کی، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور جتنا علم تھا، اس پر کہاں تک عمل کیا)۔

یوں تو ضروری ہے کہ ہمہ وقت آخرت کا احتضار رہے؛ لیکن اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا تو لازمی ہے کہ ہم ہر روز کسی خاص وقت - بالخصوص رات کو بستر پر لیٹے ہوئے - خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کے بارے میں سوچیں، اور ذرا تصور

کریں کہ اگر وہ ہم سے حساب لینے لگا، تو ہمارا کیا بنے گا۔ روزانہ کے اپنے اعمال کا جائزہ لیں، کہ کتنے اچھے عمل کیے اور کتنے گناہ کیے، اور سونے سے پہلے استغفار ضرور کریں۔

۳- خواہش پرستی

وہ لوگ جو آخرت کو بھی یاد رکھتے ہیں اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس بھی ان میں پیدا ہوتا ہے، اور وہ گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی بھی فکر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو؛ لیکن وہ اپنی خواہش اور ”جی“ کے آگے شکست کھا جاتے ہیں، اذان کی آواز سن کر دل میں نماز پڑھنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے؛ لیکن محض اس وجہ سے مسجد نہیں پہنچ پاتے کہ ان کی خواہش پر بار ہوتا ہے اور ان کا ”من“ نماز پڑھنے پر تیار نہیں ہوتا۔ اسی طرح کبھی ان کے دل میں گناہ کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا خوف بھی سامنے آتا ہے اور گناہ سے روکتا ہے؛ لیکن پھر ”جی“ اور ”خواہش“ کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ گناہ کر بیٹھتے ہیں۔

اس طرح کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ جو اپنی خواہش کو اللہ کے احکام پر ترجیح دیتے ہیں اور اسلامی احکام کے آگے خواہش کے ہاتھوں شکست کھا جاتے ہیں، ایسے لوگوں کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے: ”أَفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ“ [فرقان: ۴۳] (یعنی آپ نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے)۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان اپنے معبود کی بات مانتا اور اس کی اطاعت کرتا ہے، اسی طرح بعض لوگ اپنی خواہش کے پیچھے چلتے ہیں، جیسے ان کی خواہش ہی ان کے لیے معبود ہو۔

ایک اور جگہ خواہش پرستی اور نفس پرستی سے

بچنے پر انعام کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد ہے: ”وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ، فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ“ [نازعات: ۴۰-۴۱] (اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، اور اس نے نفس کو خواہش سے روک رکھا، تو جنت اس کا ٹھکانہ ہے)۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من مانی زندگی گزارنے والے کو ”نکما“ اور ”عاجز“ قرار دیا ہے فرمایا: ”والعاجز من أتبع نفسه هواه وتمنى على الله“ (نکما ہے وہ شخص جو اپنے نفس کو اپنی خواہش کے پیچھے چلائے اور پھر اللہ پر تمنا باندھے (کہ وہ تو غفور رحیم ہے، وہ معاف کر دے گا، لیکن اس کے خوف سے گناہ سے نہرے)۔

حدیث میں غور کیا جائے، تو نیکے پن کا تعلق صرف دینی اور اخروی امور سے نہیں؛ بلکہ دنیاوی چیزوں سے بھی ہے۔ جو شخص بھی اپنے ”من“ کا غلام ہو، وہ دنیا میں بھی ترقی نہیں کر سکتا۔ ایک طالب علم اگر اس وجہ سے کہ پڑھنے جی نہیں کرتا، تعلیم میں سستی کرے، یا ایک تاجر اس وجہ سے کہ دوکان کھولنے پر دل آمادہ نہیں، اپنی تجارت میں سستی برتے، تو ظاہر ہے نہ وہ طالب علم کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ ایسا تاجر خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اس لیے اس بیماری سے بھی خود کو بچانے کی ضرورت ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب گناہ کرنے کا داعیہ پیدا ہو یا کسی فرض اور واجب کے ترک کا خیال آئے، تو انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے حضوری اور جواب دہی کا تصور کر لے، تو امید ہے کہ آہستہ آہستہ اس بیماری سے نجات ملے گی؛ لیکن اس کے لئے مضبوط قوت ارادی کی ضرورت ہے، آدمی یہ طے کر لے کہ میں آج کے بعد فلاں غلط کام

کبھی نہ کروں گا، یا مثلاً نماز کبھی نہ چھوڑوں گا، چاہے جی کرے یا نہ کرے، تو ان شاء اللہ یہ مرض دور ہوتا چلا جائے گا، ہاں، درمیان میں پھر کبھی کبھی خواہش کا تقاضا غالب آجائے اور پھر گناہ ہو جائے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ انسان توبہ کرے اور دوبارہ پھر سے عزم مصمم کر لے۔ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ انسان کے اندر حق و باطل اور نیکی و گناہ کی کشمکش ہی نہ ہو اور ہمیشہ خیر ہی کا داعیہ پیدا ہو، کبھی بھی گناہ کا خیال ہی نہ آئے، یہ ممکن ہی نہیں، اور اللہ تعالیٰ کا یہ مطالبہ بھی نہیں، وہ توبہ سے یہ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ اس کا دھیان رکھے، نیکی کرے تو بھی اس کا دھیان رکھے اور وہ اس طرح کہ اس کا شکر ادا کرے، اور اگر گناہ ہو جائے تو بھی اس کا خیال رکھے، اس طرح کہ اسے یاد کر کے اس کے سامنے دو قطرے آنسو کے گرا دے اور معافی مانگ لے۔

۴- ذاتی مفاد

ایک بڑی بیماری ہماری یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر اپنے تمام اعمال و افعال اور حرکات و سکنات کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ اس سے ہمارا کیا نقصان ہے یا ہمارا کیا فائدہ ہے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہم اپنے ہر عمل کو اس حیثیت سے دیکھیں کہ اس سے امت کا کیا نفع اور کیا ضرر ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرد سے زیادہ امت بنایا ہے: ”كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ“ [آل عمران: ۱۱۰] (تم بہترین امت ہو) اور دوسری جگہ ہے: ”وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا“ [بقرہ: ۱۴۳] (اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط-افضل امت- بنایا)۔ پتہ چلا کہ ہماری دو حیثیتیں ہیں: ایک انفرادی اور ایک اجتماعی۔ لہذا کوئی بھی ایسا عمل ہم نہ کریں، جس میں ہمارا ذاتی فائدہ تو ہو؛ لیکن امت کا نقصان ہو، یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ انسان کا کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہوتا جس کا

اثر صرف اس کی ذات تک محدود رہے؛ بلکہ اس کا اثر دوسروں تک ضرور پہنچتا ہے اور دوسرے لوگ لازماً اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک انسان اگر نماز نہیں پڑھتا تو وہ خود تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کا ذاتی فعل ہے، نماز پڑھے یا نہ پڑھے؛ لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کا اثر اس کے بیوی بچوں اور دیگر افراد پر بھی پڑتا ہے، جب وہ نماز نہیں پڑے گا، تو اس کی دیکھا دیکھی اس کے بچے بھی نماز میں سستی کرنے لگیں گے، یا اگر وہ جھوٹ بولتا ہے، تو اس کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اسی گناہ میں ملوث ہو سکتے ہیں۔

جب ایک ایسے عمل کا یہ حال ہے، جو ایک حد تک ذاتی حیثیت رکھتا ہے، تو ان اعمال کے بارے میں کیا کہا جائے، جو سراسر اجتماعی امور سے متعلق ہوتے ہیں، اس لیے اپنے ذاتی مفاد سے بالا ہو کر ہمیشہ امت کا مفاد ملحوظ رکھیں، ہماری حیثیت انفرادی سے زیادہ اجتماعی ہے، ہم ایک زنجیر کی کڑیاں اور ہار کی لڑیاں ہیں، اس لیے اگر ہمارے کسی عمل سے اس لڑی کے بکھرنے یا زنجیر کے ٹوٹنے کا خطرہ ہو، تو ہم کوشش کریں کہ ایسا نہ ہونے پائے۔

۵- بے حیائی اور بے کاری

اس وقت مسلمانوں میں، بالخصوص نوجوانوں میں دیگر قوموں کی طرح بے حیائی اور اباحت پسندی کا رجحان زوروں پر ہے، شرم و حیاء اور عفت و پاک دامنی کے الفاظ سے معاشرے خالی ہوتے جا رہے ہیں۔ قرآن میں بے شرمی اور بے حیائی پھیلانے والوں کو ”لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ (دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب) سے ڈرایا گیا ہے۔

اس بے حیائی کا ایک سنگین نتیجہ یہ ہے کہ امت کا ایک بڑا حصہ بے کاری میں مشغول ہے، ان

کاموں میں گھنٹوں گزار دیے جاتے ہیں، جن میں نہ دین کا کوئی نفع ہوتا ہے اور نہ دنیا کا، بے حیائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے ریس ہوتی ہے، اور جو جتنا زیادہ بے حیاء ہوتا ہے، وہ خود کو اتنا ہی معزز سمجھتا ہے، اور طرفہ تماشیا یہ ہے کہ عورتیں بھی بے حیائی میں نہ صرف مردوں کے شانہ بشانہ ہیں؛ بلکہ ان سے ایک باشت آگے ہی ہیں۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی پر عذاب کی دھمکی دی ہے، اور جس معاشرہ کا یہ حال ہو جائے کہ اس کی اکثر تعداد ایسے ہی نازیبا کاموں میں زندگی بسر کر رہی ہو، تو اس پر اس طرح کے حالات نہیں آئیں گے، تو کیا آسمان سے من و سلوئی کا نزول ہوگا!

ضرورت ہے کہ معاشرہ سے اباحت پسندی کے جذبہ کو دور کیا جائے اور عفت و پاک دامنی کے اصولوں پر اسے استوار کیا جائے، اس لیے بچوں پر بالکل بچپن سے توجہ دینے کی ضرورت ہے، اور اس میں سب سے بڑا کردار والدین ادا کر سکتے ہیں۔

یہ تو ”مشتے نمونہ از خردارے“ کے طور پر ہے، ورنہ کون سی بیماری ہے، جس میں ہم گرفتار نہ ہوں، کون سا فرض ہے جس کی بے حرمتی نہ کی جاتی ہو اور کون سا غلط کام ہے جسے دھڑلے سے نہ کیا جاتا ہو، پورا معاشرہ گناہوں کی دلدل میں گردن تک دھنسا ہوا ہے، اس لیے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اس کا ادراک کریں کہ یہ حالات ہمارے ان ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں، اور جب تک ہم ان سے چھٹکارا نہیں پائیں گے اور دوبارہ سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنی سعادت مندی اور نیاز مندی کا اظہار نہیں کریں گے، ہمارا ہر خواب ادھورا اور ناقص رہے گا۔

☆☆☆☆☆

دوروزہ دعوتی، فکری و تربیتی کیمپ

زیر اہتمام: شعبہ ملحقہ مدارس، ندوۃ العلماء لکھنؤ

● ترتیب و پیشکش: ادارہ تعمیر حیات

حاضر کی باطل تحریکات اور مدارس کی ذمہ داریاں“۔
۲- مفتی راشد حسین ندوی ”تعلیمی و دعوتی

میدان میں مدارس ملحقہ کی ذمہ داریاں“۔

۳- مولانا محمد طاہر ندوی (جامعہ امام ولی اللہ پھلت) ”مدارس میں ادب عربی اور قواعد عربی، تدریس، جائزہ اور تجاویز“۔

انہی میں صدر محترم نے کہا کہ: ہمارا کوئی کام حکمت سے خالی نہ ہو یعنی موقع محل، افراد و اشخاص کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنے کام کو آگے بڑھائیں، پہلے ہم اپنے آپ کو تیار کریں، قرآن مجید سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے: ”قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا“۔

بعد نماز عشاء چوتھی اور پانچویں نشستیں منعقد ہوئیں جن میں بالترتیب صدارت کے فرائض مولانا فخر الدین طیب ندوی اور مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی نے انجام دیے، نظامت عدنان احمد ندوی نے کی، اسد اللہ کی تلاوت کلام اللہ سے آغاز ہوا، محمد ریحان نے مدح نبیؐ میں نعت پیش کی، اور یہ مقالات پڑھے گئے:

۱- مولانا سہیل تنویر ندوی (جامعہ امام احمد سرہندی، سوئی پت) ”تدریس حدیث کا منہج“۔

۲- مولانا محمد ساحل ندوی (جامعہ انوار الاسلام) ”کامیاب معلم کی خصوصیات“۔

۳- مولانا محمد شاہ ندوی (جوڈھ پور) ”طلبہ کی اخلاقی تربیت موجودہ حالات کی روشنی میں“۔

۴- مولانا محمد جاوید ندوی ”تحریک ندوہ، ضرورت و پس منظر موجودہ حالات کی روشنی میں“۔

۵- مولانا محمد عمران ربانی ندوی ”تدریس و تعلیم میں نفسیات کی اہمیت“۔

اختتام پر پہلے صدر مولانا فخر الدین طیب ندوی نے کہا کہ: اس طرح کے پروگراموں کی بڑی

ہر یا نہ جیسے اجڑے دیار میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے یہ ادارہ اچھی خدمات انجام دے رہا ہے، اس سے قبل کا مشاہدہ یہ تھا کہ یہاں کی مسجدیں ندائے ربانی سے دور تھیں مگر اب پھر نعرائے تکبیر بلند ہو رہے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ دنوں میں یہاں اسلام پھر ماضی کی طرح پوری آب و تاب کے ساتھ اپنی شعائیں پھیلائے گا۔

دوسری نشست میں مختلف مدارس سے تشریف لائے ہوئے ذمہ داران و کارکنان نے بہت ہی مختصر وقت میں اپنے مدرسے کا تعارف، خدمات اور عزائم بیان کرتے ہوئے گزرواح کے حالات پیش کیے۔

انہی میں صدر محترم نے جہاں ایک طرف ندوۃ العلماء سے ملحقہ مدارس کے تین اطمینان کا اظہار کیا، وہیں دوسری طرف ذمہ دار حضرات کو کچھ مفید باتیں اور مشوروں سے نوازا، مولانا نے کہا کہ:

یہ طلباء ہماری، آپ کی اور پوری ملت اسلامیہ کی امانت ہیں، آپ کو انہیں بنانے اور سنورانے کا موقع ہم سے کہیں زیادہ ملتا ہے، اس لیے آپ ان کو ہر طریقے سے باوزن بنانے کی کوشش کریں۔

بعد نماز مغرب تیسری نشست ہوئی، نظامت عدنان احمد ندوی نے اور صدارت مولانا سید صہیب حسینی ندوی نے کی، تلاوت کلام اللہ سے آغاز مرغوب الرحمن نے کیا، نعتیہ اشعار عبدالرحیم نے پیش کیے، اور درج ذیل مقالات پڑھے گئے۔

۱- ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی (دہلی) ”دورہ

جامعہ امام احمد سرہندی
۱۸، ۱۹ فروری ۲۰۱۷ء مطابق ۲۰، ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ بروز ہفتہ، اتوار یہ کیمپ جامعہ میں منعقد ہوا، جس میں کشمیر، پنجاب، ہماچل، مغربی یوپی، دہلی، راجستھان اور ہریانہ کے علاوہ اتر اکنڈ سے کثیر تعداد میں خاص و عام نے شرکت کی، پہلے دن کا پروگرام جامعہ کے شاہ ولی اللہ ہال میں منعقد کیا گیا، جو پانچ نشستوں پر مشتمل تھا، پہلی نشست کی نظامت مولانا محمد جاوید ندوی نے اور صدارت مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی نے کی، آغاز محمد برہان الدین کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، نعت مرغوب الرحمن نے پڑھی، اس کے بعد ترانہ ندوہ پیش کیا گیا، پھر جامعہ کے مہتمم مولانا محمد عمران ربانی ندوی نے استقبالیہ کلمات پیش کیے۔

اس میں درج ذیل مقالات پیش کیے گئے۔
۱- مولانا مسرت ندوی (جامعہ سہیل السلام دہلی) ”موجودہ حالات میں دعوت اسلامی کے امکانات و تقاضے“۔

۲- مولانا محمد مرسلین ندوی (کارکن ادارہ دینیات ممبئی) ”ابتدائی مکتب کی تعلیم“۔

۳- مولانا محمد نواب ندوی (جامعہ معین الدین چشتی اجمیر) ”کامیاب مدرسہ کی خصوصیات“۔

۴- مفتی محمد ارشاد ندوی (جامعہ امام احمد سرہندی، سوئی پت) ”تدریس فقہ کا منہج“۔

انہی میں صدر محترم نے کہا کہ:

اہمیت و افادیت نظر آتی ہے، اس میں جہاں مقالہ پیش کرنے والوں کو فائدہ ہوتا ہے، وہیں سامعین کو بھی بہت کچھ فائدہ پہنچتا ہے، کچھ سال پہلے ندوہ کے اندر ہی یہ منعقد ہوتے تھے مگر ان کی افادیت کو اور عام کرنے کے لیے ملحقہ مدارس میں منعقد کیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے ذمہ داران کے مقاصد کو پورا فرمائے اور قبولیت عطا کرے۔

پھر مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری نے مقالہ نگاروں کی تعریف کرتے ہوئے احساس کمتری کو ختم کرنے کی طرف توجہ دلائی، آپ نے کہا کہ: کلی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ باصلاحیت افراد پیدا نہیں ہوتے، کیوں کہ ان حضرات نے بھی انہیں مدارس کی کوکھ سے جنم لیا ہے، اور اچھی نگارشات و تحریرات پیش کر کے دلوں کو موہ لیا، یہ صلاحیت نہیں تو اور کیا ہے؟ لہذا ہمیں محنت و توجہ کے ساتھ حصول علم میں مشغول ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ اپنے دین کی نشرو اشاعت کے لیے قبول فرمائیں اور تقفہ فی الدین کی دولت سے مالا مال کریں۔

اجلاس عام کی صدارت جامعہ کے ناظم مولانا محمد کلیم صدیقی نے اور نظامت مولانا محمد جاوید ندوی نے کی، عبدالمالک کی تلاوت کلام الہی سے آغاز ہوا، اور محمد ریحان نے نعت نبی پیش کی۔

اس میں صوبہ ہریانہ کے علاوہ دیگر صوبوں سے بھی عوام و خواص علماء اور دانشوران قوم و ملت کا جم غفیر شریک ہوا جو امید سے کہیں زیادہ تھا، مقررین حضرات کے پر مغز خطاب سے قبل جامعہ کی طرف سے طلبہ کا ثقافتی پروگرام ہوا، جس میں عربی، انگریزی، اردو، ہندی، زبان میں تقریریں پیش کی گئیں، چند طلباء نے مل کر (Sweet Madina) کے عنوان پر بڑے ہی دلکش انداز میں نعت پیش کی، پھر پروگرام کے دوران بعض

حضرات نے خواہش ظاہر کی کہ برجستہ تقاریر پیش کی جائیں جس کے لیے دو طلبہ کو مدعو کیا گیا چنانچہ دونوں نے یکے بعد دیگرے انگریزی اور عربی میں سامعین کی طرف سے منتخب کردہ عنوان پر تقریریں پیش کیں اور داد و تحسین سے نوازے گئے، بعد ازاں مولانا سید صہیب حسینی ندوی نے خطاب کیا اور حاضرین کو دینی تعلیم کی طرف رغبت دلائی۔ پھر مولانا فخر الدین طیب ندوی نے جلسہ عام کو خطاب کیا اور لوگوں کو آخرت کی تیاری کی طرف توجہ دلائی، جامعہ شاہ ولی اللہ کے مہتمم مولانا محمد طاہر ندوی نے بھی خطاب کرتے ہوئے لوگوں کو اسوہ حسنہ سے وابستگی پر ابھارا، پھر مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی نے تاریخ ہریانہ سے حاضرین جلسہ کو روشناس کرایا، اور ندوہ کا تعارف بہت ہی مختصر وقت میں بہت ہی حسین انداز میں پیش کیا۔

جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد

جنوبی ہند کے ملحقہ مدارس کے اساتذہ کرام کے لیے دوروزہ تعلیمی و تربیتی کیمپ مورخہ ۲۵ و ۲۶ فروری ۲۰۱۷ء بروز سنچر و اتوار منعقد کیا گیا، ۲۵ فروری کو صبح ۹ بجے افتتاحی نشست مولانا نذیر الحفیظ ندوی ازہری کی صدارت میں منعقد ہوئی، نشست کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، ہدیہ نعت کے بعد استاذ جامعہ مولانا شیخ علیم الدین ندوی نے نطبہ استقبالیہ اور دوروزہ تربیتی کیمپ کے اغراض و مقاصد اور اس کے فوائد جاح انداز میں پیش کیے، ناظم جامعہ مولانا محمد معز الدین فاروقی ندوی نے دینی مدارس کی ذمہ داریاں اور حالات حاضرہ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

آج پوری دنیا میں تعلیم اور علم کے سلسلہ میں بڑا ہنگامہ ہے، اس کے لیے بڑے نعرے لگائے

جاتے ہیں کہ تعلیم سب کے لیے Education for All اس کے لیے وزارتیں اور یونیورسٹی اور بڑی بڑی تعلیم گاہیں ہیں لیکن تمام کا محور صرف جسم و دماغ کی حد تک ہے اور کسی نے دل پر محنت نہیں کی جو انبیائے کرام علیہم السلام نے تزکیہ کی شکل میں انجام دی ہے اور دل کو علم اور تعلیم کا مرکز قرار دیا، پہلی وجہ بھی اسی سے تعلق رکھتی ہے: ”اقرأ باسم ربك الذی خلق“ کہ ہر علم اپنے رب کی معرفت کے ساتھ حاصل کیا جائے۔

اس نشست میں صدر مدرس جامعہ مولانا محمد نسیم الدین مفتاحی نے ”کامیاب معلم کے اوصاف“ کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش کیا، مولانا نے کہا کہ معلم کا کام بڑی سعادت و نیک بختی کا کام ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم دی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ”انما بعثت معلما“ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے، معلم کے مزاج میں نرمی و رحمتی اور شفقت ہونی چاہیے، مزاج میں ترشی و سختی نہ ہو، اسی طرح معلم درجہ میں جائے تو سلام کرے اور مسکرا کر نرمی سے پیش آئے اور گزشتہ اسباق کے مطابق سوالات کرے، تختہ سیاہ کا استعمال کرے، مطالعہ اور تحقیق کر کے سبق کی تیاری کرے۔

مولانا عبد القادر ندوی (استاذ جامعہ) نے تدریس تفسیر کے منہج پر اپنا مقالہ پیش کیا، مولانا نے کہا کہ: قرآن مجید کی تفسیر سب سے پہلے قرآن سے کی جائے، اس کے بعد احادیث نبوی سے کی جائے، اگر آیتوں کا شان نزول ہے تو وہ بھی بتایا جائے، انہوں نے بطور مثال ایک رکوع کی تدریس بھی کی۔

مولانا مفتی محمد ظفر عالم ندوی نے فقہ اسلامی کی تعلیم اور جدید تقاضے کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش

کرتے ہوئے کہا کہ: فقہ اسلامی کی تدریس میں طلباء کو دلائل کے ساتھ احکام شریعت کی حکمتیں، مصلحتیں اور رموز و اسرار بتلائے جانے چاہئیں تاکہ طلباء ان احکام کی مصلحتیں سمجھ کر شریعت کے ترجمان بن جائیں، فقہ اسلامی کے ماخذ و مراجع کا تعارف اور تمام مکاتب فقہ کی آراء پیش کی جائیں اور اختلافی مسائل میں ائمہ کے اختلافات ان کے دلائل و آراء ذہن نشین کرائے جائیں تاکہ امت میں انتشار و اختلاف کے بجائے اتحاد و اتفاق پیدا ہو۔

مولانا سلمان نسیم ندوی نے عربی زبان و ادب اور اس کا طریقہ تعلیم کے عنوان پر اپنے مقالہ کو تین اجزاء میں تقسیم کیا: ۱۔ فلسفہ تعلیم، ۲۔ طریقہ تدریس، ۳۔ گزارش و تجویز، عربی زبان و ادب کی تعلیم سے متعلق چند گزارشات پیش کیں، مثلاً لائبریری میں ایک خانہ عربی زبان و ادب کا مختص ہو جس میں اس فن کی اہم کتب موجود ہوں جن سے طلباء استفادہ کر سکیں، ادارہ میں معیاری جرائد و رسائل کی فراہمی تاکہ طلباء کے لیے نئے اسالیب و جدید کلمات و الفاظ کا حصول آسان ہو سکے، جداری پرچے نکالیں جائیں تاکہ طلباء میں لکھنے کا شوق و ذوق اور حوصلہ پیدا ہو سکے، النادی العربی کا شعبہ ہو جس میں طلباء عربی تقریر کی مشق کریں، مدرسہ میں عربی بول چال کی فضا قائم کی جائے، اساتذہ اپنے ذوق ادب کو مسلسل مطالعہ اور مشق سے پروان چڑھائیں، تعلیمی سال کے مختلف مراحل میں علمی و ادبی مسابقات کا انعقاد کیا جائے۔

بعد نماز مغرب زیر صدارت مہتمم جامعہ مولانا محمد مجیب الدین قاسمی دوسری نشست کا انعقاد عمل میں آیا، تلاوت کلام پاک اور ہدیہ نعت کے بعد مولانا شیخ علیم الدین ندوی نے دینی ماحول سازی میں اساتذہ مدارس کا کردار کے عنوان پر مقالہ پیش کیا، جس میں کہا کہ: ایک طالب علم کی بنیادی

ضرورت ایک مہربان مربی اور ایک شفیق استاذ کی ہے جو اس کی ذہنی و فکری نشوونما اور تربیت کا ذمہ دار ہوتا ہے، اس کی شخصیت کے نکھار میں اہم کردار ادا کرتا ہے، طالب علم کی تربیت اس انداز سے ہو کہ وہ معاشرہ کا سچا خادم بنے اور قوم و ملت کے کام آسکے۔

مولانا محمد صادق ندوی (استاذ جامعہ) نے تدریس حدیث کے منہج کے موضوع پر مقالہ پیش کیا، اپنے مقالہ میں کہا کہ: استاذ دوران درس تدریجی پہلو کا لحاظ رکھے، مبتدی طلباء کے سامنے علم حدیث کی اہمیت، تدوین حدیث کے مراحل اور صحابہ کرامؓ و تابعینؓ کے حافظوں اور ان کی کاوشوں کو بیان کرے، جو شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے ہیں ان کا ازالہ کرے، اگلے مراحل میں استاذ سند، علم الرجال، روایت و درایت وغیرہ موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کرے۔

۲۶ فروری بروز اتوار صبح ساڑھے آٹھ بجے تیسری نشست کا انعقاد عمل میں آیا، مفتی محمد نعیم مفتاحی نے تعلیمی و دعوتی میدان میں مدارس ماحقہ کی ذمہ داریاں کے موضوع پر مقالہ پیش کیا، جس میں کہا کہ: تدریس، امامت، خطابت کے ساتھ ہم اپنے دیگر بھائیوں کی بھی ذمہ داری ہے، ہم و ارشین انبیاء ہیں، لہذا ہم تبلیغ و دعوت سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو بھی ادا کریں۔

ان کے بعد مولانا محمد معز الدین فاروقی ندوی نے 'مدارس اور میڈیا کارول اور مدارس کی ذمہ داریاں' کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش کیا، انہوں نے کہا کہ: امریکہ اخلاقی، ذہنی، فکری اور مذہبی اعتبار سے نہایت منتشر اور بحران کا شکار ہے، آج مدارس کو میڈیا دہشت گردی کا ڈھکے ڈھال بننے پر تلا ہوا ہے حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے، مدارس کے خلاف چاہے جتنا پروپیگنڈہ کیا جائے مگر حقیقت میں دنیائے اسلام کی بقاء مدارس سے ہی ہے۔

اس کے بعد مولانا نذیر الحفیظ ندوی ازہری نے کتاب 'مختارات من أدب العرب' کے سبق 'الخطابة المعجزة' کا درس دیا، پہلے اس کا پس منظر پیش کیا، پھر تقیہی انداز میں درس دیا۔ بعد مولانا مفتی ظفر عالم ندوی نے فقہ کی کتاب ہدایہ سوم کے 'باب السلم' کا درس دیا اور طلباء کے اشکالات کا مدلل جواب دیا۔ مولانا سلمان نسیم ندوی نے تفسیر قرآن کا درس دیا، اور شان نزول، ربط آیات، تفسیری اقوال، اسلوب قرآن و دیگر موضوعات پر گفتگو کی۔

چوتھی و اختتامی نشست دوپہر بارہ بجے ناظم جامعہ مولانا محمد معز الدین فاروقی ندوی کی صدارت میں منعقد کی گئی، مولانا نذیر الحفیظ ندوی ازہری نے مندوبین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے شعبہ ماحقہ مدارس کی نگرانی میں کیے گئے منعقد کیا گیا، لہذا ہم تمام مہمانان اساتذہ ماحقہ مدارس کا استقبال کرتے ہیں، جامعہ کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ: جامعہ کے سابق ناظم مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی سے میرا زمانہ طالب علمی سے گہرا و قریبی تعلق رہا ہے، جامعہ کو پروان چڑھانے میں ان کے اخلاص کو بڑا دخل ہے اور ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی یہاں اساتذہ اور انتظامیہ برابر ان کے لگائے ہوئے پودے کی پوری تدبیر سے آبیاری کر رہے ہیں اور یہ خوش آئند بات ہے۔ مولانا نے میڈیا اور اس کے رول پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ: میڈیا کے اس دور میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی بہت ضروری ہے، آج بگڑنے کے اتنے وسائل ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا، ہماری اولاد اور ہمارے بچے بظاہر ہمارے ساتھ ہیں لیکن وہ سوشل میڈیا کے ذریعہ کہیں دور دراز مقامات پر ہیں، اس لیے آج مدارس کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں، طلباء کی تربیت میں تمام

باریکیوں کا لحاظ رکھنا اشد ضروری ہے، اس لیے ہم ہردن ان کی تربیت میں تھوڑا وقت ہی صحیح ضرور دیں۔ تاثرات مولانا عبدالحی ندوی اور مولانا محمد سفیان بلند شہری نے پیش کیے، صدر نشست مولانا محمد معز الدین فاروقی ندوی نے اپنے خطاب میں مندوبین سے کہا کہ: وہ اس دوروزہ تربیتی کیمپ میں ہونے والی نشستوں میں پیش کردہ مقالات اور نمونہ دروس کو اپنا لائحہ عمل بنائیں، کیمپ کے کنویز مولانا شیخ علیم الدین ندوی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

مدرسہ اسلامیہ تعلیم القرآن، پینتے پور، سیناپور، یوپی
 تربیتی، علمی و اصلاحی اجلاس کی پہلی نشست کا آغاز یوزید کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، محمد زید نے نعت پیش کی اور محمد راشد، ضیاء الحق اور طلحہ نے ترانہ ندوہ پیش کیا۔ مولانا عاصم اقبال ندوی نے تمہیدی کلمات پیش کیے اور ضلع سیتا پور کی دینی تاریخ و معاشی صورت حال پر روشنی ڈال کر موصوف نے اکابر ندوہ و دیوبند بالخصوص مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی اور مولانا محمد منظور نعمانی کے ضلع سیتا پور کے اسفار کے بارے میں بتایا کہ: انہوں نے اس علاقہ میں پیدل سفر کیے اور کیسی کیسی محنتیں کیں، مولانا نے تفصیل سے علاقے کی دینی صورت حال کو سامنے رکھا اور مدارس و مکاتب کی ضرورت پر زور دیا، انہوں نے بتایا کہ مولانا سید عبداللہ محمد الحسنی نور اللہ مرقدہ نے اس علاقہ پر خصوصی توجہ دی اور بہت سے مکاتب قائم کیے جو اس پسماندہ دیار میں علم کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔

مولانا مطیع الرحمن عوف ندوی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا، انہوں نے قصبہ کی تاریخ، یہاں کی تعلیمی و ثقافتی سرگرمیوں اور اداروں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ: اس قصبہ میں تقریباً پچاس علماء کرام و

فضلاء مدارس کے علاوہ حفاظ کرام کی تعداد سو سے زائد ہے، آزادی ہند سے قبل قائم ایک ادارہ مدرسہ شمس العلوم ہے جہاں قصبہ کی ایک بڑی تعداد تعلیم حاصل کر رہی ہے، دوسرا ادارہ مجہدانی بکرا الصدیق ہے، اس کے علاوہ عصری علوم کے بے شمار ادارے قائم ہیں، مولانا محمد عوف رحمہ اللہ کی خدمات پر بھی روشنی ڈالی اور بتایا کہ انہوں نے مدارس قائم کیے، مساجد تعمیر کرائیں اور گاؤں گاؤں دورہ کر کے دینی بیداری کا کام کیا۔ اس کے علاوہ مولانا عبدالحمید ندوی نے بھی اس قصبہ کی عظیم شخصیات مولانا محمد عوف، مولانا سید احمد قاسمی اور مولانا عبدالسلام تمبوری وغیرہ کی قربانیوں کا ذکر کیا، مولانا افتخار الحق ندوی نے نظامت کی۔

دوسری نشست مولانا کفیل احمد ندوی کی صدارت میں ہوئی، انہوں نے کہا کہ: تحریک ندوۃ العلماء نے رفع نزاع باہمی اور اصلاح نصاب کی جو تحریک آج سے سو سال قبل شروع کی تھی، اس کے اثرات پوری دنیا میں دیکھے جاسکتے ہیں، ندوۃ العلماء نے ملک کے اندر اصلاح نصاب کے ذریعہ ایک نئی فکر اور نیا نظام تعلیم رائج کیا جس کو ملک کے مختلف مدارس نے قبول کیا، اس کی افادیت کو پوری دنیا نے محسوس کیا اور ضرورت کا ادراک کیا، آج پورے عالم میں ندوۃ العلماء کا نصاب تعلیم جاری اور مقبول ہے اور الحمد للہ دن بہ دن اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مولانا نے ان تربیتی کیمپوں کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ: یہ تربیتی اجلاس تین برسوں سے ملک کے مختلف مراکز میں منعقد ہو رہے ہیں اور الحمد للہ اچھے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

مدارس اسلامیہ اور صحافت کے عنوان سے احرار الہدی شمس ندوی نے مقالہ پیش کرتے ہوئے ہندوستان میں صحافت کی تاریخ اور بہت سے رسائل و جرائد کا ذکر کیا، انہوں نے اس موقع پر ندوۃ العلماء کی تاسیس کے بعد اب تک

وہاں سے نکلنے والے رسائل و جرائد پر سیر حاصل گفتگو کی، اور اس دور میں صحافت کی ضرورت اور اس کی تعلیم پر زور دیا، انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داران کے ذریعہ صحافت پر خصوصی توجہ کی ستائش کی اور دارالعلوم میں صحافت کی تعلیم کو وقت کی ضرورت اور ایک مثبت قدم قرار دیا۔

مولانا عبدالودود ندوی نے طلبہ کی دینی و تعلیمی تربیت پر اپنا قیمتی مقالہ پیش کیا، اور مفید و کارآمد باتیں پیش کیں، انہوں نے کہا کہ: دور حاضر کے اساتذہ و مرین کا مرتبہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں گلدستہ تعلیم نبوی ہے تو دوسرے ہاتھ میں دور حاضر کے طلبہ کی تعلیم و تربیت ہے، لیکن آج مغربی تہذیب کی چمک دمک نے ہر طبقہ کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا ہے، معاشرہ کی پاکیزگی و شفافیت رخصت ہو چکی ہے، قدروں کی اہمیت گھٹ گئی ہے، اپنی اپنی ذمہ داریوں کی فکر جاتی رہی، خود غرضی غالب ہے۔

روزنامہ راشتریہ سہارا سے منسلک محمد راشد ندوی نے مدارس اسلامیہ میں اردو کے فروغ پر اپنا مبسوط مقالہ پیش کیا، اور خاص طور سے اردو زبان کے مستقبل اور بعض جدید روزناموں اور جرائد کی افادیت پر اپنی تحریر کے اقتباسات پیش کیے۔

اس موقع پر مولانا محمد قمر الزماں ندوی نے سیرت رسول کے حوالے سے اقامتی اداروں میں تربیت کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی، انہوں نے کہا کہ: تعلیم و تربیت کی مہم بڑی صبر آزما اور خطرات سے بھری ہوئی ہے، جسمیں مربی کی دماغی صلاحیت اور جسمانی طاقت صرف ہوتی ہے، اور ساتھ ساتھ اس کا امتحان بھی ہوتا رہتا ہے، مختلف آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ ایک بچہ جب شعور کی عمر کو پہنچتا ہے اس سے قبل اسکے اندر مختلف رجحانات قسم قسم کے میلانات پنپ چکے

ہوتے ہیں، بچہ لاشعوری کی مدت ماں باپ کے زیر سائے بسر کرتا ہے، اس وقت اسکی ذمہ داری والدین پر ہوتی ہے، ماں باپ اس مرحلہ میں بچہ کو اپنی آنکھ سے اوجھل کرنا پسند نہیں کرتے، اگرچہ اس مرحلہ کی والدین پر کیا ذمہ داری ہے، علماء نے اس کے متعلق کافی تفصیلی بحثیں کی ہیں۔

تیسری نشست مغرب بعد منعقد ہوئی، صدارت مولانا سلمان نقوی ندوی نے کی، محمد سلمان کی تلاوت سے جلسہ کا آغاز ہوا، محمد راشد نے نعت پیش کی، مولانا اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی نے کتاب و سنت کی تعلیم اور عصری تقاضے کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کیا، انہوں نے کہا کہ آج معجزاتی طور پر ایسی صورت حال پیدا ہو رہی ہے کہ تحقیق صدیوں کے مراحل سے گذرتے ہوئے گویا حقائق تک پہنچ رہی ہے اور ایسا محسوس ہونے لگا ہے گویا ہر فن کتاب و سنت کو برحق ثابت کرنے میں لگا ہوا ہے، خاص طور پر سائنس اور فلسفہ آج ترقی کی اس منزل پر پہنچ گئے ہیں جہاں آدمی یا تو خدا کی وحدت و قدرت کو تسلیم کر کے اس پر ایمان لے آئے، پھر اپنی عقل سے ہاتھ دھو بیٹھے اور مجنون ہو جائے، تیسرا راستہ خودکشی کی طرف لے جاتا ہے جبکہ چوتھا کوئی راستہ نہیں ہے۔

مدارس اسلامیہ میں عصری تعلیم کے موضوع پر مولانا انیس احمد ندوی نے بلض اساسی اور فنی چیزیں پیش کیں، انہوں نے مدارس میں انگریزی تدریس کے سلسلہ میں بڑے عمدہ تجربات پیش کیے اور اپنے موضوع کو مثالوں سے آراستہ کر کے پیش کیا۔

مولانا محمد مستقیم ندوی نے تعلیم میں نفسیات کی اہمیت پر اپنا مقالہ پیش کیا، انہوں نے تعلیم و تربیت کے جتنے مراحل ہوتے ہیں اور ان میں نفسیات کے جو تقاضے ہوتے ہیں ان کا ذکر کیا۔

مولانا منور سلطان ندوی نے علم فقہ کی تدریس

کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور جدید دور کے حالات کے مطابق غور و فکر کے نئے دریچوں کو کھولنے اور ان سے استفادہ کرنے کی دعوت دی۔

مفتی محمد نوشاد عالم ندوی نے نحو و صرف کی تدریس پر سیر حاصل بحث کی، اور مفید باتیں بیان کیں۔

مولانا منیر احمد مظاہری نے اس موقع پر علماء کرام کے زہد و ورع اور ان کی خشیت سے طلبہ پر پڑنے والے اثرات پر گفتگو کی، انہوں نے بتایا کہ کس طرح ہمارے اکابر طلبہ کی تربیت کے لیے بے چین رہتے تھے اور راتوں کو اٹھ کر اللہ سے مانگتے تھے، انہوں نے اس پروگرام کے انعقاد پر منتظمین کو مبارکباد دی۔

مولانا نجیب الحسن صدیقی ندوی نے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر زیادہ زور دیا، مولانا نے تاریخ و سیرت کی حوالہ سے اپنی بات پیش کی، انہوں نے کہا کہ: خاص طور سے اس دور میں طلبہ کے بگاڑ کے اسباب بہت ارزاں ہیں، ہم اہل مدارس کی ذمہ داری دو چند ہو جاتی ہے۔

تیسری نشست صبح آٹھ بجے شروع ہوئی، محمد سلمان کی تلاوت سے جلسہ کا آغاز ہوا، ابو زید نے نذرانہ عقیدت پیش کیا، مولانا عبدالعزیز ندوی نے جدید حوالوں سے تعلیم کے میدان میں ترقی پر محاضرہ دیا، انہوں نے جدید تحقیقات اور ریسرچ کے حوالے سے تعلیم میں معاون چیزوں کا ذکر کیا، اور کہا کہ: مدارس کے طلبہ تعلیم حاصل کر کے ایک ذمہ دار شہری بنیں، ان کو قانون کی بھی ضروری واقفیت ہو، وہ کسی محاذ کے لیے اچھی نہ ثابت ہوں، ایک مثالی مسلمان اور ایک اچھے شہری بنیں، اور اپنے کردار و عمل سے لوگوں کے سامنے اسلامی تربیت کا بہترین نمونہ پیش کریں۔

اس موقع پر مولانا انوار احمد ندوی، مولانا افتخار الحق ندوی، مولانا رفیع الدین ندوی نے اپنے اپنے

مقالات پیش کیے، اسی طرح مولانا مفتی سید مسعود حسن حسنی ندوی نے فقہ کی تدریس پر اپنا مقالہ پیش کیا، صدارت مولانا محمد زکریا سنہلی ندوی نے، اور نظامت مولانا نیاز اختر ندوی نے کی، صدر محترم نے کہا کہ: مدارس میں جو نچے تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ مدرسین کے لیے امانت ہیں اور اس امانت کی بہتر حفاظت ان کی ذمہ داری ہے، والدین اپنے جگر پاروں کو ان کے مستقبل کے لیے مدرسوں کے حوالے کرتے ہیں، ان جگر پاروں کی عظمت یہ ہے کہ اگر ان کو کوئی بیماری ہوتی ہے تو والدین اپنی جائداد، کھیت کھلیاں بیچ کر ان کے علاج کی کوشش کرتے ہیں، ایسے قیمتی اور لاڈلے ہیرے انہوں نے آپ کے حوالے کیے ہیں، ان کی بہترین تعلیم و تربیت آپ کی ذمہ داری ہے، یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جو ہمارے کندھوں پر ڈالی گئی ہے، ہم اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوں گے، اس لیے ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دینا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائیں گے، دعا کے ساتھ اس نشست کا اختتام ہوا۔

مغرب کے بعد ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا، قاری حبیب الرحمان فرقانی نے تلاوت کی، محمد راشد نے ترانہ پیش کیا، مولانا مطیع الرحمن عوف ندوی نے دوروزہ تربیتی، دعوتی و اصلاحی پروگرام کی تفصیلات سے لوگوں کو آگاہ کیا، مولانا محمد زکریا سنہلی ندوی نے صدارتی خطاب میں عوام کو اصلاح قلب اور روحانی علاج کی جانب متوجہ کیا اور کہا کہ: اگر ہم اپنی زبان کو ذکر خدا سے معمور رکھیں تو برائیاں بھی سماج سے ختم ہو جائیں گی، اور ثواب بھی ملتا رہے گا، صدر رہی کی دعا پر جلسہ ختم ہوا، نظامت مولانا اعجاز احمد ندوی نے کی۔

☆☆☆☆☆

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

تا کہ وقت پر کام آئیں تو کیا ان میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: ہیرے و جواہرات یا ان کے زیورات اگر تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص کے پاس ہیرے و جواہرات کی دکان ہے، اور اس کی بڑے پیمانہ پر تجارت ہوتی ہے تو کیا ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے؟

جواب: جو ہیرے و جواہرات یا موتیاں وغیرہ تجارت کے لیے ہوں تو ان پر قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہے، اور ڈھائی فیصد (۲/۱) زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی جیسا کہ دوسرے اموال تجارت میں زکوٰۃ ادا کرنی پڑتی ہے۔

[الدر المختار مع رد المحتار: ج ۳/ص ۱۹۳]

سوال: بعض چاندی کے زیورات ایسے ہوتے ہیں جن میں چاندی کم ہوتی ہے اور کھوٹ زیادہ، مثلاً چاندی چالیس (۴۰) فیصد ہو اور کھوٹ ساٹھ (۶۰) فیصد تو کیا ان زیورات میں زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟

جواب: ایسے زیورات جن میں کھوٹ غالب ہو اور چاندی کم تو وہ شرعی نقطہ نظر سے عام سامان کے درجہ میں ہوتے ہیں، اگر یہ استعمال میں ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، لیکن اگر یہ تجارت کے لیے ہیں تو ان میں قیمت لگا کر مالیت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

[فتح القدر: ج ۲/ص ۱۱۳]

سوال: ایک شخص نے حج کے لیے رقم الگ نکال کر رکھ دی تو کیا سال گزرنے پر اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

جواب: حج کے لیے الگ کی گئی رقم اگر بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ [رد المحتار: ج ۲/ص ۲۶۲]

☆☆☆☆☆

سوال: بعض لوگ مجبوری میں قرض لیتے ہیں اور گھر کے زیورات رہن پر رکھ دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ رہن پر رکھے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: جو زیورات رہن پر رکھے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، نہ قرض لینے والے پر اور نہ ہی قرض دینے والے پر، وجہ اس کی یہ ہے کہ رہن رکھنے والے کا ان زیورات پر ابھی قبضہ نہیں ہے اور جن کے پاس زیورات رکھے ہیں وہ ان کا مالک نہیں، اس لیے دونوں میں سے کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے: "لا تجب الزکاة فی مرہون ای لا علی المرتهن لعدم ملک الرقبة و علی الراهن لعدم الید"۔

[الدر المختار علی رد المحتار: ج ۳/ص ۱۸۰]

سوال: جس سونے کی انگوٹھی میں ہیرا جڑا ہوا ہو، کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟ مثلاً انگوٹھی میں سونا دس ہزار روپے کا ہو اور ہیرا بھی دس ہزار کا، تو ادا یگی میں صرف دس ہزار روپے کی زکوٰۃ دی جائے گی، یا بیس ہزار کی؟

جواب: زکوٰۃ کی ادا یگی کے وقت انگوٹھی کے اندر موجود صرف سونے کی قیمت زکوٰۃ میں جوڑی جائے گی، ہیرے کی قیمت اس میں شامل نہیں ہوگی۔

[السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۴/ص ۲۴۶]

سوال: ایک شخص کے پاس ہیرے جواہرات ہیں اور محض مال کی حیثیت سے گھر رکھے ہیں

سوال: زکوٰۃ کن لوگوں پر فرض ہے، ایسا شخص جو اگرچہ مالدار ہو لیکن اس کے ذمہ قرض اس قدر زیادہ ہو کہ اس کی ادا یگی کے بعد مال نہ بچتا ہو تو کیا اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے؟

جواب: زکوٰۃ ایسے مالداروں پر فرض ہے جن کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا (۸۷.۴۸ گرام) یا ساڑھے باون تولہ چاندی (۶۱۲.۳۶ گرام) یا اس کی مالیت کے بقدر مال ہو اور وہ بنیادی ضرورتوں اور قرضوں سے زائد ہو، اگر مال تو ہو لیکن ذمہ میں اتنا قرض ہو کہ اس کی ادا یگی کے بعد بقدر نصاب مال نہ بچتا ہو یا اس مال پر سال نہ گزرا ہو تو ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

[الدر المختار: ج ۳/ص ۱۷۴]

سوال: ایک شخص کے پاس کچھ سونا اور کچھ چاندی ہے اور دونوں اپنے اپنے نصاب سے کم ہیں مثلاً سونا صرف دو تولہ ہے اور چاندی بیس تولہ، تو کیا ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

جواب: جب سونا اور چاندی دونوں اپنے اپنے نصاب سے کم ہو تو دونوں کی قیمت لگائی جائے گی، اگر یہ قیمت کسی ایک نصاب کو پہنچ جائے جیسا کہ آج کل اگر دو تولہ سونا اور بیس تولہ چاندی کی قیمت لگائی جائے تو یہ چاندی کے نصاب (۶۱۲.۳۸ گرام) کی قیمت کو پہنچ جاتی ہے، اس لیے ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

[الدر المختار مع رد المحتار: ج ۳/ص ۲۲۹]

اہل خیر حضرات کی خدمت میں

رمضان المبارک میں ندوۃ العلماء کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کی غرض سے جن اساتذہ و محصلین کو جس شہر یا علاقہ میں بھیجا جا رہا ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے، اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

(مولانا) فخر الحسن خان ندوی

ناظر شعبہ تعمیر و ترقی، ندوۃ العلماء لکھنؤ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	موبائل نمبر	عہدہ	علاقہ
۱	قاری فضل الرحمن صاحب ندوی	9919490477	استاذ شعبہ حفظ	ممبئی
۲	حافظ عبدالواسع صاحب	9307884504	استاذ شعبہ حفظ	مالیگاؤں، بھیونڈی، ممبئی
۳	مولانا عبد الوکیل صاحب ندوی	9889840219	کارکن شعبہ اصلاح معاشرہ	ممبئی
۴	مولانا محمد اسماعیل صاحب ندوی	8604346170	استاذ معہد (مہبت منو)	ممبئی
۵	مولانا عبداللہ صاحب ندوی	7499569301	محرر دفتر اہتمام	ممبئی، نیو ممبئی
۶	مولانا محمد اسلم صاحب مظاہری	9935219730	استاذ دارالعلوم	مدراں، وجے واڑہ
	مولانا محمد عرفان صاحب ندوی	7505873005	استاذ معہد (مہبت منو)	
۷	مولانا محمد قیصر حسین صاحب ندوی	7897254496	استاذ دارالعلوم	نوساری، سورت، دھولیہ، واپی، بلساڑ
۸	مولانا شفیق احمد صاحب باندوی ندوی	9935997860	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	پٹن، پالن پور و اطراف
۹	مولانا شمیم احمد صاحب ندوی	9935987423	استاذ دارالعلوم	حیدرآباد، نظام آباد، ناندریز
۱۰	حافظ محمد عقیل صاحب قاسمی	9936603968	استاذ شعبہ حفظ	حیدرآباد
۱۱	مولانا انیس احمد صاحب ندوی	9450573107	استاذ دارالعلوم	بھٹکل، شموگہ، جمگور، منگی، مرڈیشور
۱۲	مولانا رشید احمد صاحب ندوی	7795864313	استاذ دارالعلوم	بنگلور
	مولانا زبیر احسن صاحب ندوی	9889258560	استاذ معہد (سکروری)	
۱۳	مولانا مفتی محمد مستقیم صاحب ندوی	9889096140	استاذ دارالعلوم	آسنسول، کلکتہ
	مولانا مفتی ساجد علی صاحب ندوی	8960204060	معاون علمی دارالقضاء	
	مولانا اکرام الدین صاحب	9839810206	محصل شعبہ	
۱۴	قاری عبداللہ خاں صاحب ندوی	9839748267	استاذ شعبہ قرأت دارالعلوم	دہلی
۱۵	مولانا عبدالسلام صاحب ندوی	9935752951	استاذ معہد (مہبت منو)	دہلی

پٹن، جونا ڈیس، چھاپی، پالن پور	استاذ معہد دارالعلوم (سکوری)	9956223293	مولانا محمد اسلم صاحب ندوی	۱۶
کانپور	استاذ معہد دارالعلوم (سکوری)	9795715987	مولانا مسعود احمد صاحب ندوی	۱۷
الہ آباد	محرر معہد دارالعلوم (سکوری)	9305418153	مولانا نگیل احمد صاحب ندوی	۱۸
سنجھل و اطراف	استاذ دارالعلوم	9616514320	مولانا محمد امجد صاحب ندوی	۱۹
حیدر گڑھ، مغل سرائے، سلطانپور و اطراف	کارکن شعبہ دعوت و ارشاد	9450784350	مولانا جمال احمد صاحب ندوی	۲۰
گوئڈہ، بہرائچ، بلراپور، شراستی نگر	محرر معہد دارالعلوم	9935169540	جناب بسم اللہ خاں صاحب	۲۱
کانپور، سندیلہ، غوث گنج	استاذ معہد (مہمت منو)	9670049411	مولانا محمد نسیم صاحب ندوی	۲۲
لکھنؤ (شہر)	استاذ مکتب	9889438910	مولانا بشیر الدین صاحب	۲۳
لکھنؤ (شہر)	استاذ معہد (مہمت منو)	9984070892	مولانا محمد امتیاز صاحب ندوی	۲۴
لکھنؤ (شہر)	استاذ شعبہ حفظ	9450647360	قاری بدر الدین صاحب ندوی	۲۵
لکھنؤ (شہر)	استاذ مکتب	9839588696	حافظ مبین احمد صاحب	۲۶
راپور، امرہ، مراد آباد	استاذ دارالعلوم	9450970865	مولانا عبدالمتین صاحب ندوی	۲۷
سلطانپور، فیض آباد، بنارس، بھدوی، مرزاپور، گورکھپور	محصل شعبہ	9161911515	مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی	۲۸
سیتاپور، اندور، اجین	محصل شعبہ	9935626993	قاری ماجد علی صاحب ندوی	۲۹
کرناٹک کے اضلاع، آنبور و غازی آباد	محصل شعبہ	8400015009	مولانا ساجد علی صاحب ندوی	۳۰
آسام، جھارکھنڈ و بہار	محصل شعبہ	9997883282	مولانا حافظ الرحمن احمد صاحب تھانوی	۳۱
احمد آباد، ودیگر اضلاع گجرات	محصل شعبہ	8401801990	مولانا محمد رضوان صاحب قاسمی	۳۲
علی گڑھ، آگرہ، فیروز آباد، سہارنپور، بلند شہر، سکندر آباد	محصل شعبہ	9161219358	حافظ امین اصغر صاحب	۳۳
کھنڈوہ، رتناگیری، ستارا، پونہ، کولہا پور	محصل شعبہ	8853258362	مولانا علیم الدین صاحب ندوی	۳۴
اورنگ آباد، جالندہ، پونہ، احمد نگر، بنارس، مظفر نگر، میرٹھ، بجنور، نجیب آباد	محصل شعبہ	8960513186	مولانا محمد مسلم صاحب مظاہری	۳۵
سیوان، چمپارن، دربھنگہ، سستی پور، پٹنہ وغیرہ	استاذ مکتب شہر	9389868121	مولانا محمد عقیل صاحب ندوی	۳۶
بارہ بنکی، جھانسی، اعظم گڑھ، منو و اطراف	محصل شعبہ	7388509803	مولانا عبدالرحیم صاحب ندوی	۳۷
پٹنہ و اطراف	استاذ دارالعلوم	9598268161	مولانا مفتی محمد ظفر عالم صاحب ندوی	۳۸
	استاذ مکتب شہر	9795891123	مولانا ابوالحیات صاحب ندوی	
لکھنؤ (شہر)	استاذ مکتب شہر	9919203409	مولانا اسرار الحق صاحب ندوی	۳۹
ناگپور، بھوپال، کانپور	محصل شعبہ	9936740835	مولانا محمد شرف الدین صاحب ندوی	۴۰
کاکوری و اطراف لکھنؤ	استاذ معہد (مہمت منو)	8853677677	مولانا عبدالکبیر صاحب فاروقی	۴۱

لکھنؤ، کانپور	نائب مہتمم (مدرسہ مظہر الاسلام)	9415102947	مولانا محمد مشتاق صاحب ندوی	۴۲
لکھنؤ	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	9415766507	ڈاکٹر محی الدین صاحب	۴۳
ممبئی، ناگپور	استاذ شعبہ حفظ	9889444917	حافظ محمد نعیم صاحب	۴۴
ممبئی، پتھری لکھنؤ	استاذ شعبہ حفظ	7388324879	حافظ بخشش کریم صاحب	۴۵
ممبئی، پرانا لکھنؤ	نگراں تعمیرات	9889735087	قاری محمد سالم صاحب	۴۶
کانپور، مغربی لکھنؤ، بنارس، بھدروائی	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	9336096921	مولانا عبدالرؤف صاحب ندوی	۴۷
وسطی لکھنؤ	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	9235711407	مولانا محمد فہران عالم صاحب ندوی	۴۸
لکھنؤ	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	7505526255	مولانا اشرف علی رشیدی صاحب	۴۹
لکھنؤ، کانپور	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	9616593360	مولانا لقمان صاحب ندوی	۵۰
لکھنؤ	استاذ مکتب	9616624133	حافظ نجم الدین صاحب	۵۱
لکھنؤ	استاذ مکتب	9956492163	حافظ جلیل احمد صاحب	۵۲
لکھنؤ	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	8960231792	مولانا محمد یامین صاحب ندوی	۵۳
لکھنؤ، کانپور	استاذ مکتب	9336048990	ماسٹر جمالی آسی صاحب	۵۴
لکھنؤ	محرر مکتب خانہ	9621040705	حافظ رقیم الدین صاحب ندوی	۵۵
لکھنؤ	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	9889026124	مولانا سرتاج احمد صاحب قاسمی	۵۶
لکھنؤ	استاذ شعبہ حفظ	9450367182	قاری لیاقت صاحب	۵۷
لکھنؤ	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	9305902746	مولانا سعید انجم صاحب	۵۸
ممبئی	محصل جدید	9006373938	حافظ محمد اعظم رحمانی صاحب	۵۹

ACCOUNT NO. NADWATUL ULAMA

ZAKAT : 10863759766

ATIA : 10863759711

BUILDING : 10863759733

IFSC CODE : SBIN0000125

PHONE : 0522-2741231

STATE BANK OF INDIA, MAIN BRANCH, LUCKNOW

نوٹ: ندوۃ العلماء لکھنؤ کو دیا گیا تعاون سیکشن 80G انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۶۱ء کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگا۔

NADWATUL-ULAMA

PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)

**ندوة العلماء**

پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یو پی (ہند)

باسمہ تعالیٰ

اہل خیر حضرات سے!

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں جن کے لیے دارالعلوم قائم کیا گیا تھا یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی موثر اور صحیح ترجمانی، دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنہ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری و امتیاز کا اعلان و اظہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں کے مقابلہ میں ان مذکورہ مقاصد کا حصول زیادہ اہم ہے، مسئلہ کی اس قدر تشریح اور وضاحت کے بعد اب مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔

ان گذارشات کے بعد آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس ضرورت اور دارالعلوم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراخ دلی، فیاضی اور ہمت سے کام لے کر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون و اعانت فرمائیں کہ ہندوستان میں دین کے قلعوں کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سبیل اور اس سے زیادہ پائیدار کوئی صدقہ جاریہ نہیں، آپ میں سے جو لوگ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندویؒ نے غیر ملکی معزز عرب مہمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”یہ سونے کی چڑیاں سب اڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے، آپ کے چار آنے، آٹھ آنے، ہم کو عزیز ہیں، یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دیا ہے، اور جو آپ دیں گے وہ آپ کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہوگی۔“

ہندوستان کے مسلمانوں سے خواہ وہ اس طویل و عریض ملک کے کسی علاقہ کے ہوں، ہماری مکرر درخواست ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کو اپنا ہی کام سمجھیں، ہمیں یقین ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر پورا بھروسہ ہے کہ ان شاء اللہ ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسینی ندوی مدظلہ کی بیش قیمت رہنمائی و نظامت میں اگر احباب و مخلصین نے پوری دلچسپی لی تو ہمارا یہ پیغام نہ صرف ملک کے بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے میں پہنچے گا، و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی (مولانا) محمد واضح رشید ندوی (پروفیسر) اطہر حسین (مولانا) سعید الرحمن اعظمی ندوی (مولانا) محمد حمزہ حسینی ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء معتمد تعلیم ندوۃ العلماء معتمد مال ندوۃ العلماء مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء ناظر عام ندوۃ العلماء

NADWATUL ULAMA

نوٹ: چک / ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:

(عطیات) A/C NO. 10863759711

(زکوٰۃ) A/C NO. 10863759766 (State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
NIZAMAT OFFICE, NADWATUL ULAMA,
TAGORE MARG, LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221

E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.